ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
11 تا 17 جنوری 2007ء
www.tanzeem.org

اس شمارے میں

فاعتبروا یا اولی الابصار
میدانِ عرفات سے نعرۂ حق
اسلام کا معاشرتی نظام
حضرت عثمانؓ کی سیرت و کردار
جمہوریت کی نیلم پری
الجزائر: سلطنت عثمانیہ کے بعد
وہ کہتے ہیں کہ سال اچھا ہے
تفہیم المسائل
دعوتی و تربیتی سرگرمیاں
عالم اسلام

اگر اب بھی نہ جاگے تو......

''آج مسلمان ایک دانشمندانہ اور حقیقت پسندانہ دینی قیادت کے محتاج ہیں۔ اگر آپ مسلمانوں کو سو فیصد ''تہجد گزار'' بنا دیں، سب کو متقی و پرہیز گار بنا دیں، لیکن ان کا ماحول سے کوئی تعلق نہ ہو، وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ ملک ڈوب رہا ہے، اُس میں بداخلاقی، وبا اور طوفان کی طرح پھیل رہی ہے، سچے مسلمانوں سے نفرت عام کی جا رہی ہے، تو تاریخ کی شہادت ہے کہ پھر تہجد تو تہجد ''پانچ وقتوں کی نمازوں'' کا پڑھنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ اگر آپ نے دینداروں کے لئے اس ماحول میں سے کوئی جگہ نہ بنائی، اور ان کو ملک کا بے لوث مخلص اور شائستہ شہری ثابت نہیں کیا، جو ملک کو بے راہ روی سے بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے، اور ایک بلند کردار پیش کرتا ہے، تو یاد رکھئے کہ ''عبادات و نوافل'' اور دین کی علامتیں اور شعائر تو الگ رہے، وہ وقت بھی آ سکتا ہے کہ مسجدوں کا باقی رہنا بھی مشکل ہو جائے۔ اگر آپ نے مسلمانوں کو اجنبی بنا کر اور ماحول سے کاٹ کر رکھا، زندگی کے حقائق سے اُن کی آنکھیں بند رہیں اور ملک میں ہونے والے انقلابات'' ''نئے نئے قوانین'' اور عوام کے دل و دماغ پر حکومت کرنے والے رجحانات سے وہ بے خبر رہے تو پھر قیادت تو الگ رہی جو خیر امۃ کا فرضِ منصبی ہے، اپنے وجود کی حفاظت بھی مشکل ہو جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کا مذہبی صحیفہ قرآن اور ان کے پیغمبر ﷺ کی تعلیم (جو خدا کا شکر ہے اپنے اندر بے پناہ طاقت رکھتی ہے) ان کو نہ صرف اس عام بگاڑ، اس سے پھیلی ہوئی آگ اور دولت کی اندھی پرستش کے اس بہتے ہوئے گندے پانی سے بچنے کی تلقین کرتی ہے، بلکہ ان پر اس کو روکنے اور اس سے لوگوں کو بچانے کی ذمہ داری بھی عائد کرتی ہے۔ ان کو ان کے پیغمبر ﷺ نے صاف طریقہ پر سمجھا دیا ہے کہ اگر کشتی کے کسی بھی سوار کو ایسی حرکت سے باز رکھنے کی کوشش نہ کی گئی، جس سے یہ کشتی خطرے میں پڑ جاتی ہے تو پھر کشتی کے ڈوبنے کی صورت میں کوئی سوار بھی بچ نہ سکے گا، کیونکہ یہ کشتی نیک و بد، قصوروار اور بے قصور، سوتے جاگتے سب کے ساتھ ڈوب جائے گی اور پھر کوئی نیکی اور کوئی دانائی کام نہ آئے گی۔''

کاروانِ زندگی (جلد دوم)
سید ابوالحسن علی ندویؒ

الھدیٰ (261)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ المائدہ

(آیات: 42 تا 44)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ
حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ
بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ
وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ
يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾

(یہ) جھوٹی باتیں بنانے کے لئے جاسوسی کرنے والے اور (رشوت کا) حرام مال کھانے والے ہیں۔ اگر یہ تمہارے پاس (کوئی مقدمہ فیصل کرانے کو) آئیں تو تم اُن میں فیصلہ کر دینا یا اعراض کرنا۔ اور اگر اُن سے اعراض کرو گے تو وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اور اگر فیصلہ کرنا چاہو تو انصاف کا فیصلہ کرنا' کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور یہ تم سے (اپنے مقدمات کا) کیونکر فیصلہ کرائیں گے' جبکہ خود اُن کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے۔ (یہ اسے جانتے ہیں) پھر اس کے بعد اس سے پھر جاتے ہیں اور یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔ بے شک ہمیں نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ اسی کے مطابق انبیاء جو (اللہ کے) فرمانبردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں' اور مشائخ اور علماء بھی' کیونکہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان مقرر کئے گئے تھے اور اس پر گواہ تھے (یعنی حکم الٰہی کا یقین رکھتے تھے)۔ تو تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا۔ اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔''

یہ خوب سنتے ہیں اور مزے لے لے کر جھوٹ سنتے ہیں اور یہ پیٹ بھر کر حرام کھانے والے ہیں۔ جیسے پہلے ذکر ہوا کہ یہودی آپ کے پاس فیصلہ کروانے کے لئے آتے تھے' مگر اُن کی نیت درست نہ ہوتی تھی۔ وہ طے کر کے آتے تھے کہ اگر آپ کا فیصلہ اُن کی Favour میں ہوا تو قبول کریں گے ورنہ نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ آپ کے پاس فیصلے کے لئے آئیں تو آپ چاہیں تو اُن کا مقدمہ لیں' چاہیں تو انکار کریں۔ انکار کی صورت میں وہ یہ پراپیگنڈا کر سکتے تھے کہ دیکھو یہ کیسے نبی اور رسول ہیں کہ فیصلہ کرنے سے گریز کرتے ہیں تو' فرما دیا کہ آپ اُس بات سے ہراساں نہ ہو۔ وہ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے۔ اور اگر آپ فیصلہ کریں تو بہر حال عدل وقسط کی بنیاد پر کریں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اے نبی ﷺ! یہودی آپ کو کیسے منصف بناتے ہیں جبکہ اُن کے پاس خود تورات موجود ہے اور اُس میں اللہ کا حکم موجود ہے۔ اگر وہ نیک نیت ہیں تو اُسی کے فیصلے پر چلیں۔ مگر وہ تو پھر بھی روگردانی کرتے ہیں۔ اور حقیقت میں یہ لوگ ایمان سے تہی دست ہیں۔ یہی اُن کا اصل روگ ہے۔

اِس آیت (نمبر 44) سے سورۃ المائدہ کا ساتواں رکوع شروع ہو رہا ہے۔ حسن اتفاق ہے کہ یہ رکوع سات ہی آیات پر مشتمل ہے۔ یہ قرآن مجید کے حد درجہ اہم مقامات میں سے ہے۔ اس میں اُن لوگوں کے لئے سخت تنبیہ اور دھمکی ہے جو کسی آسمانی شریعت پر ایمان کے دعویدار ہوں اور پھر اُس کے بجائے کسی اور قانون کے مطابق اپنی زندگی گزار رہے ہوں۔ یہاں مسلمان امتوں کے ضمن میں شریعت کے نفاذ کی اہمیت کا بیان ہے کہ اگر شریعت پر عمل نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کتنی ناراضی کی بات ہے۔ اس مسئلے میں یہ اہم ترین مقام ہے۔ یوں سمجھئے کہ یہ اس کا ذروۂ سنام ہے۔

فرمایا' ہم نے ہی تورات نازل فرمائی تھی۔ اس میں ہدایت بھی تھی اور نور بھی تھا۔ اِس کے ذریعے انبیاء علیہم السلام یہودیوں کے درمیان فیصلہ کرتے تھے۔ یہ تمام انبیاء اللہ کے فرمانبردار تھے۔ بنی اسرائیل کی سیاست اور حکومت کا انتظام و انصرام انہی کے ہاتھ میں ہوتا تھا' لہٰذا فیصلے بھی وہی کرتے تھے۔ انبیاء کے علاوہ ربانی یعنی اللہ والے اور علماء بھی اِسی تورات کے مطابق فیصلے دیتے تھے۔ کیونکہ اُنہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی حفاظت کا نگران بنایا گیا تھا۔ اور وہ اس پر گواہ تھے۔ ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ تم لوگوں سے مت ڈرو' صرف مجھ ہی سے ڈرو۔ اور میری آیات کو حقیری قیمت پر فروخت نہ کرو' تورات ہی کے قانون کے مطابق فیصلے کرو' اس بات سے بالکل سروکار نہ رکھو کہ لوگوں کو یہ فیصلے پسند ہیں یا نہیں ہیں۔ صرف یہ دیکھو کہ حق کیا ہے' اللہ کا حکم کیا ہے۔ یاد رکھو' اپنی خواہش نفس یا دوسروں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے حق کے خلاف فیصلے کر کے تم جتنی بھی دولت کما لو' حقیقت میں وہ حقیر اور قلیل ہی رہے گی۔ اور جو اللہ کی اتاری ہوئی شریعت اور قواعد وضوابط کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے
بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی

فرمانِ نبویؐ

چودھری رحمت اللہ بٹر

انصاف کرنے والا حکمران

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ اَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا' اِمَامٌ عَادِلٌ وَاَبْغَضَ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ اَبْعَدَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا اِمَامٌ جَائِرٌ)) (رواہ الترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب اور اس کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مقرب انصاف کرنے والا حکمران ہوگا اور اس دن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور اس کی بارگاہِ عالی سے سب سے زیادہ دور ظالم حاکم ہوگا۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ روزِ قیامت انصاف کے ساتھ حکومت کرنے والے حاکم کو اللہ جلّ شانہ کا قرب حاصل ہوگا۔ اور اُس دن وہ حاکم بہت ذلیل اور رسوا ہوگا جس نے دنیا میں ظلم' ناانصافی اور فساد کے ساتھ حکومت کی ہوگی۔ یہ حدیث مسلمان حکمرانوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔

تاخلافت کی بناءُ دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

جلد	11 تا 17 جنوری 2007ء	شمارہ
16	20 تا 26 ذوالحجہ 1427ء	1

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا--------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاعتبروا یا اولی الابصار

تاریخ متعدد بار یہ شہادت دے چکی ہے کہ انسان کی عظمت کی بنیاد حسب ونسب نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور ابولہب ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ انسان کی کوکھ سے جنم لینے والوں میں سے آپؐ سے افضل نہ کوئی ہوا اور نہ ہوگا اور ابولہب انسانی تاریخ کا وہ بدقسمت انسان ہے جس کا مالکِ کائنات نے اپنی آخری مقدس کتاب میں یوں ذکر کیا ہے کہ اس کے ہاتھ ٹوٹ گئے۔ یہ اس کی مکمل تباہی کی پیشین گوئی تھی جو حرف بحرف پوری ہوئی۔ اسی طرح ایک ہی سرزمین پر جنم لینے والے دو انسان بھی اتنے مختلف ہو سکتے ہیں کہ کہا جا سکے کہ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صلاح الدین ایوبیؒ اور صدام حسین کی جائے پیدائش اگر ایک تھی' تب بھی ایک اسلامی تاریخ کا جگمگاتا ستارا ہے' اس نے صرف بیت المقدس کو فتح کرنے کا عظیم کارنامہ ہی سرانجام نہیں دیا بلکہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں اعلیٰ کردار کا حامل بھی تھا۔ جبکہ دوسرے یعنی صدام حسین کو تاریخ ایک ظالم اور سفاک حکمران کے طور پر یاد رکھے گی۔ اُس نے سیاسی اختلافات کرنے والوں پر بدترین مظالم ڈھائے۔ اس بستی کو خاک وخون میں ملا دیا جہاں اُس پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ کردوں کی بغاوت پر اُن کی شہری آبادی پر کیمیکل کی بارش کر دی اور ہزاروں انسانوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ داماد جو انسان کو بیٹوں کی طرح عزیز ہوتے ہیں' جب وہ اس کے خوف سے اردن میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تو انہیں صلح کے بہانے بلا کر تہہ تیغ کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ صدام حسین ایک منتقم مزاج انسان تھا۔ بچپن میں یتیم ہو جانے والے اس شخص نے خاندان اور معاشرے کے بڑے ظلم سہے تھے۔ ان حالات کا انسان کے کردار پر اکثر و بیشتر منفی اثر پڑتا ہے۔ یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ ایسے انسان میں شدت سے اقتدار کی خواہش اِسی لیے پیدا ہوتی ہے کہ وہ معاشرے سے انتقام لینا چاہتا ہے۔ صدام حسین کا اندازِ حکمرانی ثابت کرتا ہے کہ اسے انسانی جان کی قدر نہ تھی۔ اس سب کچھ کے باوجود جب اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ مرنے سے پہلے معافی مانگنے اور تائب ہونے والوں کو میں چاہوں تو معاف کر دوں۔ وہ ایک صحیح العقیدہ انسان تھا۔ مرنے سے پہلے اس کے ہاتھ میں اللہ کی کتاب تھی' پھانسی کے وقت وہ بزدلوں کی طرح رویا پیٹا نہیں۔ اس نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کا استقبال کیا۔ اس نے اللہ کی کبریائی کا نعرہ لگاتے ہوئے موت کو گلے لگایا۔ ہم نہ اس کے سیاہ ماضی کو اٹل قرار دیتے ہوئے جہنمی کہہ سکتے ہیں' نہ موت کے وقت قرآن بلند کرنے پر اسے شہیدِ اعظم کا خطاب دے سکتے ہیں۔ وہ اپنے نیک و بد اعمال کے ساتھ اللہ کے حضور پہنچ چکا ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہی حتمی' حقیقی اور صحیح فیصلہ صادر فرمائے گا۔

عالمِ عرب اور عالمِ اسلام آج اگر صدام حسین کو ہیرو اور شہید کا درجہ دے رہا ہے تو یہ صرف اور صرف امریکہ سے اظہار نفرت ہے۔ امریکہ کے دوستوں کو مسلمان اپنا دشمن اور امریکہ کے دشمن کو مسلمان اپنا دوست سمجھتے ہیں۔ ہم یہ جانتے ہوئے بھی کہ طوطی کی آواز نقار خانے میں کون سنتا ہے' امریکہ اور اس کے حاشیہ بردار مسلمان حکمرانوں کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے بالا دست اور تباہ کن قوت یقیناً بنا جا سکتا ہے۔ بستیوں اور شہروں کو جلا کر خاکستر کیا جا سکتا ہے۔ ڈیزی کٹر بموں سے انسانی خون کے دریا بہائے جا سکتے ہیں' لیکن ان وحشیانہ حرکتوں سے انسانوں کے دل نہیں جیتے جا سکتے۔ انسانوں کی بڑی تعداد یعنی نفری بھی ایک قوت ہوتی ہے۔ اگر انسانوں کی ایک عظیم تعداد کے دلوں میں نفرت کا لاوا اُبلتا رہا تو انسانوں کی کُل بستی جسے دنیا کا نام دیا گیا ہے' مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جائے گی۔ امریکہ اور اس کے حاشیہ بردار مسلم حکمرانوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر مسلمانوں کو مکمل طور پر دیوار سے لگا دیا گیا تو خودکش حملہ آور جو آج چند ہزار ہوں گے کل ان کی تعداد کروڑوں تک پہنچ سکتی ہے اور یہ تو تم تسلیم کر چکے ہو کہ جدید ترین ٹیکنالوجی بھی خودکش حملہ کو روکنے میں ناکام ہے۔ لہٰذا دنیا کو مکمل تباہی سے بچانے کے لیے انہیں مسلمانوں سے انصاف کی بنیاد پر معاملات طے کرنا ہوں گے۔

(باقی صفحہ 17 پر)

پچاسویں غزل

(بالِ جبریل' حصّہ دوم)

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد | مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد!
یہ مدرسہ' یہ جواں' یہ سُرور و رعنائی | انہیں کے دم سے ہے میخانۂ فرنگ آباد!
نہ فلسفی سے' نہ مُلاّ سے ہے غرض مجھ کو | یہ دل کی موت! وہ اندیشہ و نظر کا فساد!
فقیہِ شہر کی تحقیر! کیا مجال مری | مگر یہ بات کہ میں ڈھونڈتا ہوں دل کی کشاد!
خرید سکتے ہیں دنیا میں عشرتِ پرویز | خدا کی دَین ہے سرمایۂ غمِ فرہاد!
کیے ہیں فاش' رموزِ قلندری میں نے | کہ فکرِ مدرسہ و خانقاہ ہو آزاد!
رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم | عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد!

1۔ اقبال کہتے ہیں کہ میری قوم میں جولوگ اہلِ نظر اور صاحبِ فہم ہیں' وہ اس بارے میں یقیناً مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ہمیں جدید علوم کے اکتساب و حصول کے لیے نئے علمی و تحقیقی مراکز اور فنی ادارے قائم کرنا لازم ہیں' کیونکہ جوعلوم ہزار سال پہلے کوفہ و بغداد میں پڑھائے جاتے تھے' وہ جدید زمانے میں ہمارے اقتصادی' سماجی' سیاسی اور تمدنی مسائل' جو سابقہ زمانے کے مقابلے میں بہت پیچیدہ اور گمبھیر ہیں' حل نہیں کرسکتے۔

2۔ اِس شعر میں قدرے طنز کا رنگ پایا جاتا ہے جو ''بالِ جبریل'' کی اکثر شاعری کی خصوصیت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج کل کالجوں اور یونیورسٹیوں میں نوجوانوں کے اخلاق کی دُرستی اور اُن کے کردار اور سیرت پر توجہ نہیں کی جاتی' بلکہ انہیں مغربی تہذیب و افکار کا پرستار بنایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ کالج کی تعلیم سے فارغ ہو کر' دنیا میں داخل ہوتے ہیں تو مسجدوں کی بجائے ''مے خانۂ فرنگ'' کو آباد کرتے ہیں۔

3۔ اقبال کہتے ہیں کہ میں فلسفی اور مُلاّ دونوں سے بے زار ہوں' کیونکہ فلسفی تو ساری عُمر منطق اور فلسفے میں بسر کر دیتا ہے اور تزکیۂ نفس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ بالفاظِ دیگر فلسفہ سے قوتِ ذکرِ الٰہی مردہ ہو جاتی ہے اور مُلاّئیت سے قوتِ فکر مردہ ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فلسفہ ہو یا علم دین' دونوں قوتوں کی صحیح طریقے پر تربیت ہونی چاہیے' تاکہ مقصدِ حیات حاصل ہو سکے۔

4۔ اِس شعر میں بھی نہایت لطیف قسم کا طنز پوشیدہ ہے۔ کہتے ہیں کہ میں اگر فقیہہ شہر کی صحبت سے اجتناب کرتا ہوں تو اس لیے نہیں کہ اس کی تحقیر مقصود ہے' بلکہ اس لیے کہ فقہاء کے پاس بیٹھ کر دل زندہ نہیں ہوسکتا۔ یہ لوگ ظاہر بیں ہوتے ہیں' اس لیے ساری توجہ شریعت کے ظاہری پہلو پر مرکوز کر دیتے ہیں۔ تزکیۂ نفس اور اخلاق کی دُرستی اُن کے عزائم اور پروگرام سے خارج ہے۔

5۔ واقعی انسان حکومت' دولت' عشرت تو اپنی قوتِ بازو سے حاصل کرسکتا ہے' لیکن ''سرمایۂ غمِ فرہاد'' یعنی عشق کی نعمت جدوجہد سے حاصل نہیں ہوسکتی' کیونکہ:

یہ اُس کی دین ہے' جسے پروردگار دے

6۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی شاعری میں اسلام کے حقائق و معارف اس لیے بیان کیے ہیں کہ مسلمانوں کے مدرسوں' درس گاہوں اور خانقاہوں کے اندر انقلاب پیدا ہو جائے۔ یعنی ان مذہبی اداروں کے اساتذہ اور طلبہ اپنی عقلِ خداداد سے بھی کام لے سکیں۔

7۔ لفظ ''رشی'' کے معنی عابد' زاہد' گیانی کے ہیں۔ یہ لفظ ہندو بھگتوں کے لیے مخصوص ہے۔ اقبال کا اشارہ ہندوؤں کے رہنما گاندھی جی کی طرف ہے۔ ''برہمن'' سے مراد انگریزی حکومت ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ اگر عصا (طاقت) نہ ہو تو کلیمی کارِ بے بنیاد ہے۔ عصائے موسوی کے بغیر کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ہمارے زمانے میں بھی اس کی مثال گاندھی جی کی صورت میں موجود ہے۔ گاندھی کے پاس چونکہ طاقت نہیں ہے' لہٰذا محض اُن کی بھوک ہڑتالوں اور فاقہ کشی کی چالوں سے انگریز قطعاً مرعوب نہ ہوں گے۔

میدانِ عرفات سے نعرۂ حق

مسجد دارالسلام، باغ جناح، لاہور میں بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ العالی کا عیدالاضحیٰ کے اجتماع سے خطاب

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! تین دن قبل میدان عرفات میں ادا کی گئی نماز جمعہ کے موقع پر امام کعبہ اور سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل شیخ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ بہت غیر معمولی خطبہ ہے۔ عام طور پر اِن خطابات میں تذکیر و نصیحت ہوتی ہے، دینداری کی تلقین ہوتی ہے، تقویٰ کی تعلیم ہوتی ہے، شعائر اللہ کے ادب و احترام کی تاکید ہوتی ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ کچھ اخلاقی برائیوں کی مذمت کی جاتی ہے، لیکن دنیا کے حالات خاص طور پر سیاسی حالات کے بارے میں لب کشائی نہیں کی جاتی۔ لیکن اس خطبے کی امتیازی شان یہ تھی کہ اِس میں متذکرہ تمام چیزیں بھی تھیں، مثلاً وعظ و نصیحت بھی تھی، تقویٰ و تدین کی تعلیم بھی تھی، شعائر اللہ کے احترام کا درس بھی تھا، اخلاقی برائیوں کی مذمت اور اُن سے اجتناب کی تلقین بھی تھی، اور ان سب کے ساتھ ساتھ خطیب صاحب نے بعض ایسی باتیں بھی کہیں کہ جن سے سعودی عرب کے علماء کے بارے میں میرا نقطۂ نظر کچھ تبدیل ہوا ہے۔ عام تصور یہ ہے کہ عالم اسلام بالخصوص عالم عرب کے حکمران امریکہ کے آلۂ کار ہیں اور اِن ممالک کے علماء اپنی حکومتوں کے تابع مہمل ہیں۔ لیکن اِس خطاب نے اِس تاثر کو زائل کر دیا ہے۔

میں چند اہم باتوں کا حوالہ دوں گا جو امام کعبہ نے کہی ہیں۔ اِس لئے کہ اِن کو بار بار دہرانے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اپنے خطبے میں ایک خاص بات یہ کہی کہ مغرب ہماری تہذیب کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ یہ واضح اشارہ اقوام متحدہ کے Social Engineering Programme کی طرف ہے۔ یہ بات اب کوئی راز نہیں کہ بے حیائی، بے پردگی، عورت اور مرد کی کامل مساوات اور عورت کی آزادی کی تحریک، یہ سارا پروگرام آج اقوام متحدہ ہی کی سرپرستی میں جاری ہے، اور اِس کا حسین عنوان Social Engineering Programme رکھا گیا ہے۔ امام صاحب نے خواتین سے خاص طور پر اپیل کی ہے کہ وہ مغربی تہذیب کی یلغار سے اپنے آپ کو بچائیں۔ دجالیت کا جو سیلاب آ رہا ہے، اُس سے خود بھی بچیں، اور اپنی اولاد کی بھی حفاظت کریں۔ اِس سلسلے میں انہوں نے ٹی وی چینلز کا ذکر کیا ہے۔ ٹی وی کے یہ مخرب الاخلاق چینل اس وقت دنیا میں اِس قدر عام ہو چکے ہیں کہ بچے بچے کی رسائی اُن تک ہو چکی ہے اور وہ اسلامی تہذیب کو ملیامیٹ کرنے کے لئے مغربی ایجنڈے کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ اِس کی طرف انہوں نے بہت عمدگی سے اشارہ کیا ہے۔

ایک اور بات جو انہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر کہی ہے، یہ ہے کہ روشن خیالی کے نعرے خلاف اسلام ہیں۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ عام روایت سے ہٹ کر انہوں نے یہ بات کیسے کہہ دی اور انہوں نے اِس بات کی چنداں پروا نہیں کی کہ اِس سے صدر جنرل پرویز مشرف کی بات کی یکسر نفی ہو رہی ہے۔ بلاشبہ

> امام کعبہ نے اپنے خطبے میں ایک خاص بات یہ کہی کہ مغرب ہماری تہذیب کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ یہ واضح اشارہ اقوام متحدہ کے سوشل انجینئرنگ پروگرام کی طرف ہے

نام نہاد روشن خیالی کی نفی کر کے انہوں نے بڑی جراتمندانہ بات کہی ہے، ورنہ عام طور پر سیاسی مصلحتوں کی بناء پر اِن خطاب میں کوئی ایسی بات نہیں کہی جاتی جو کسی خاص ملک کے صدر یا سربراہ مملکت کے خلاف جاتی ہو۔

ایک اور بات انہوں نے واضح طور پر یہ کہی کہ سرمایہ دارانہ نظام جس کی اساس سود ہے اور کمیونزم کا نظام جس کی بنیاد وسائل پیداوار کی اجتماعی ملکیت کا تصور ہے، دونوں خلاف اسلام ہیں۔ لہٰذا ہمیں ایک ایسا نظام اختیار کرنا چاہیے جو نہ تو کیپٹل ازم ہو اور نہ ہی سوشلزم، بلکہ خالص اسلامی اصولوں پر مبنی ہو۔ اِس کے علاوہ انہوں نے عراق اور افغانستان کے مجاہدین کی تائید کی، اور اُس کے ساتھ یہ کہہ کر احتیاط کا پہلو ملحوظ رکھنے کی ہدایت بھی کی کہ مسلمان بھائیوں کو بچاؤ، اُن کے جان و مال کی حفاظت کرو۔

یہ تمام باتیں حد درجہ اہمیت کی حامل ہیں، لیکن میرے نزدیک امام کعبہ نے جو اہم ترین باتیں کہی ہیں وہ دو ہیں۔ ایک یہ کہ دشمن ہمارے وسائل پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ عراق اور افغانستان میں اِسی لئے آیا ہے تاکہ ہمارے وسائل پر قبضہ کر سکے، اور دوسری بات یہ کہ وہ ہمارے علاقے کو میدان جنگ بنانا چاہتا ہے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آئندہ ہونے والی تیسری عالمی جنگ کا میدان مشرق وسطیٰ (Middle East) بنے گا۔ اِس کے برخلاف، پچھلی صدی میں ہونے والی عظیم عالمی جنگیں یورپ میں لڑی گئیں۔ اور ظاہر ہے کہ اِس کا خمیازہ بھی اہل یورپ ہی کو بھگتنا پڑا۔ اُن کی پوری کی پوری آبادیاں تباہ ہو گئیں۔ شہر اجڑ گئے۔ پورے ملک برباد ہو گئے۔ اِس حوالے سے گویا یہ طے کر دی گئی تھی کہ اگر آئندہ کوئی زور آزمائی اور معرکہ آرائی ہوئی تو اُس کا میدان جنگ یورپ کی بجائے مشرق وسطیٰ کو بنایا جائے گا۔

اِس وقت عراق اور افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اِس کے پیچھے ایک تو خالص مذہبی جذبہ ہے۔ یہ مذہبی جذبہ دو سکیموں کی صورت میں کارفرما ہے۔ ایک مذہبی سکیم یہود کا گریٹر اسرائیل کا منصوبہ ہے۔ گریٹر اسرائیل کا نقشہ اسرائیل پارلیمنٹ کی پیشانی پر موجود ہے۔ اُس کے مطابق مصر کا بہت بڑا حصہ، اور صحرا سینا، اِس کے علاوہ پورا عراق، پورا اردن، پورا فلسطین، پورا شام، ترکی کا جنوبی حصہ اور سعودی عرب یا حجاز کا شمالی حصہ (بشمول مدینہ منورہ) اِس میں شامل ہے۔ یہودیوں کے اِس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں امریکہ کے نیوکونز (یعنی نیو کنزرویٹو عیسائی) جو یہودیوں سے بڑھ کر یہودی ہیں، بھرپور اور فعال کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کو عیسائی صیہونی (Christian Zoinist) کہا جاتا ہے۔ اگرچہ صیہونیت یہودیوں کی تحریک ہے مگر ''عیسائی صیہونی'' یہودیوں سے بڑھ کر اس تحریک کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ بہر حال عراق پر حملے کا ایک خاص سبب یہی تھا کہ گریٹر اسرائیل کے قیام کے لئے میدان ہموار کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ شیرون نے صدام حکومت کے خاتمے کے فوراً بعد کہہ دیا تھا کہ عنقریب عراق پر ہمارا قبضہ ہو گا۔ ظاہر ہے کہ دجلہ و فرات کی وادی جو دنیا کے زرخیز ترین علاقوں میں سے ہے، یہودیوں کی نگاہ میں ہے۔ پہلے وہ کہتے تھے کہ دریائے دجلہ تک ہمارا علاقہ ہے۔ اب کہتے ہیں، نہیں، بلکہ ہمارا علاقہ دریائے فرات تک ہے۔

دوسری مذہبی سکیم کیتھولک عیسائیوں کی ہے۔ اِس کا تذکرہ خود پروٹسٹنٹ عیسائی کرتے ہیں۔ وہ کیتھولک عیسائیوں پر

الزام لگاتے ہیں کہ اُن کا پیشوا سابق پوپ (جسے ایک ماہنامہ رسالے The Philadelphia Trumpt میں شیطان تک کہا گیا) یورپ کو دوبارہ اُسی طرح متحد کر رہا ہے جیسے پوپ اربن ثانی نے تمام عیسائیوں کو جمع کر کے صلیبی جنگ کا آغاز کرایا تھا۔ اِس اعتبار سے یہ بات برملا کہی جاسکتی ہے کہ یہ گویا آخری صلیبی جنگ ہے کہ جس کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور واقعتاً اِس ضمن میں نیٹو کے تحت اِس میں پورا یورپ جمع ہو رہا ہے' حالانکہ نیٹو U.S.S.R کے مقابلے میں بنایا گیا تھا۔ سوال یہ ہے کہ U.S.S.R کا تو کب کا خاتمہ ہو چکا ہے' پھر کاہے کے لئے اُسے برقرار رکھا ہوا ہے۔ یہ سوال نیٹو چیف سے بھی کیا گیا تھا اور اس کے جواب میں اُس نے صاف کہہ دیا تھا کہ ہم نے نیٹو اس لئے برقرار رکھا ہوا ہے' کیونکہ ہمیں مسلم فنڈامنٹل ازم کا مقابلہ کرنا ہے۔ فلاڈلفیا ٹرمپٹ کے مدیر کا کہنا ہے کہ پوپ یہ چاہتا ہے کہ پورے فلسطین میں رومن کیتھولک حکومت قائم ہو' بالکل اُسی طرح جس طرح انڈونیشیا کے جزیرے تیمور کے مشرقی علاقے میں ''مشرقی تیمور'' کے نام سے عیسائی ملک قائم کیا گیا ہے۔

شیرون نے صدام حکومت کے خاتمے کے فوراً بعد کہہ دیا تھا کہ عنقریب عراق پر ہمارا قبضہ ہوگا

یہ دو تو مذہبی سکیمیں ہیں۔ جہاں تک مالی وسائل پر قبضے کا تعلق ہے تو بلاشبہ یہ بھی دشمن کے پیش نظر ہے۔ دنیا کے تیل کا دوسرا بڑا ذخیرہ عراق کے پاس ہے۔ دوسرے یہ کہ بعد میں جب خلیج کے تیل کے ذخیرے ختم ہونے کو ہوں گے تو پھر سب سے زیادہ اہمیت وسطی ایشیا کے ممالک کی ہوگی' جو کبھی U.S.S.R کا حصہ تھے اور اب علیحدہ ہو گئے ہیں۔ وہاں تیل اور گیس کے بے پناہ وسائل موجود ہیں۔ چونکہ اِن وسائل تک رسائی کے لئے راستہ افغانستان کی سرزمین ہے' لہٰذا افغانستان پر حملے کا ایک سبب یہ بھی تھا۔ اگرچہ مجھے خیال آتا ہے بائبل اور نبی اکرم ﷺ کی پیشینگوئیوں میں سے بعض کا علم یقیناً یہودیوں کو ہے' کیونکہ وہ ان کا مطالعہ کرتے ہیں اور غالباً ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی طویل المیعاد پلاننگ کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور یہودیوں کے ساتھ آخری مقابلہ ہو رہا ہوگا تو اُس وقت یہودیوں کو کہیں پناہ نہیں ملے گی' البتہ صرف غرقد نامی درخت ہوگا جو انہیں پناہ دے گا۔ غرقد کے علاوہ دوسرے درخت بھی کہہ دیں گے کہ اے بندۂ مومن! یہاں ایک یہودی چھپا ہے' اُسے قتل کر دو۔ میرا خیال ہے کہ اسرائیل میں یہودیوں نے بہت بڑے پیمانے پر غرقد کی پلانٹیشن اسی سبب سے کی ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی حدیث اُن کے علم میں ہے۔

اسی طرح ہوسکتا ہے کہ آپ کی یہ حدیث بھی اُن کے علم میں ہو۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: ((قال رسول اللہ ﷺ: **یخرج من خراسان رایات سود فلا یردھا شیء حتی تنصب بایلیاء**)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے اور انہیں کوئی طاقت لوٹا نہ سکے گی۔ یہاں تک کہ وہ ایلیاء یروشلم میں جا کر نصب ہو جائیں گے۔''

اِسی لئے انہوں نے کوشش کی ہے کہ وہ وقت آنے سے پہلے افغانستان پر قبضہ کر لیا جائے۔ اِس لئے کہ حدیث میں جس خراسان کا تذکرہ ہے اُس کا دل افغانستان ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے دور میں جو خراسان ہوتا تھا اُس کا بڑا حصہ موجودہ افغانستان ہے اور پاکستان کا کچھ علاقہ بھی اُس میں شامل تھا اور یہ مالاکنڈ سے اوپر کا علاقہ ہے۔ اِس کے علاوہ ایران کا صوبہ خراسان بھی گریٹر خراسان میں شامل تھا۔ آپ ﷺ کی پیشینگوئی کے مطابق یہاں سے وہ فوجیں جائیں گی' جو حق وسچائی کی قوتوں کو سپورٹ کریں گی۔ ایک طرف اہل ایمان ہوں گے۔ اور دوسری طرف دجال اکبر اور اُس کے ساتھ یہودی اور عیسائی ہوں گے۔ حق و باطل کے اس معرکے میں یہاں سے جانے والی فوجیں جا کر فیصلہ کن کردار ادا کریں گی۔ ممکن ہے کہ اُسی کے لیے انہوں نے افغانستان پر قبضہ کیا ہو۔ ورنہ فی نفسہٖ افغانستان کے اندر قابل لحاظ وسائل نہیں ہیں۔ تیل اور گیس نہیں۔ لیکن چونکہ وسطی ایشیا تک راستہ افغانستان و پاکستان سے ہو کر گزرے گا' لہٰذا اِن دونوں ممالک کو اپنے انگوٹھے تلے کرنا ضروری ہے۔ اب اِسی حوالے سے یہ جنگوں کا سلسلہ شروع ہے۔

امت مسلمہ پر جو عذاب آرہا ہے وہ ہمارے کرتوتوں کے سبب آرہا ہے۔ جیسے سورہ روم میں فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾﴾

''خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض عملوں کا مزہ چکھائے' عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں۔''

ہماری ذلت ورسوائی کا سبب یہ ہے کہ ہمیں شہداء علی الناس کا مقام دیا گیا تھا۔ ہمارا کام یہ تھا کہ لوگوں پر دین کی گواہی دیتے' انہیں دین کی تعلیمات سے آگاہ کرتے' اُن کے سامنے دین کا نقشہ پیش کرتے کہ' آؤ دیکھو یہ ہے کہ اللہ کا دین' یہ ہے نظام مصطفیٰ۔ مگر ہم کہیں بھی' دنیا کے ایک انچ رقبے پر اللہ کا دین بتمام وکمال نافذ نہیں کر سکے' لہٰذا اس جرم کی سزا ہے جو ہمیں آج مل رہی ہے۔

یہ سزا اِس لیے دی جا رہی ہے تاکہ ہم مسلمانوں کے لئے تازیانہ عبرت ثابت ہو' ہم ہوش میں آجائیں اور یہ بات تو یقینی ہے کہ بالآخر ہمیں ہوش میں آنا ہے (انشاء اللہ)۔ اگرچہ ابھی کچھ اور مصیبتیں اور تکلیفیں آئیں گی' لیکن آخر کار مسلمان بیدار ہوں گے اور اللہ کا دین پوری دنیا پر غالب ہوگا۔ حضرت مسیحؑ کے ہاتھوں عیسائیت کا مذہب ختم ہو جائے گا۔ عیسائیت اسلام میں مدغم ہو جائے گی۔ مسلمانوں کے ساتھ عیسائیوں کے ملنے سے مسلم امہ کی آبادی دنیا کی آبادی کا دو تہائی ہو جائے گی۔ پھر ان کے ذریعے سے پوری دنیا پر اسلام کا غلبہ ہو جانا کوئی مشکل بات نظر نہیں آتی۔ اگر بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حالات بڑی تیزی کے ساتھ اُسی طرف جا رہے ہیں۔

اگر آپ موجودہ عالمی حالات کو تفصیل سے سمجھنا چاہیں تو اِس کے لئے معروف صحافی اور تجزیہ نگار عابداللہ جان کی تازہ کتاب "Afghanistan: the Genesis of the Last Crusade" کا مطالعہ کیجئے۔ اِس میں مصنف نے کہا ہے کہ Heart of Asia میں افغانستان اور پاکستان کے جمع ہونے سے ایک سنی ٹرائینگل وجود میں آئے گی۔ یعنی یہ خطہ ایک تکون بن جائے گا۔ اس میں ایک طرف کوہمالیہ کا سلسلہ آتا ہے' دوسری طرف کوہ ہندوکش ہے۔ ان دونوں کا درمیانی علاقہ ٹرائینگل بنتا ہے۔ یہ ٹرائینگل مستقبل میں عالمی سطح پر بہت اہم کردار ادا کرے گی۔ بغور جائزہ لیا جائے تو حالات اسی رُخ پر جا رہے ہیں۔ مثال کے طور پر ان دنوں جرگے کئے جا رہے ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ ادھر (پاکستان) اور ادھر (افغانستان) کے قبائل جمع ہو جائیں اور اپنے معاملات طے کر لیں۔ اسی طرح ڈیورنڈ لائن کی باتیں ہو رہی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس کتاب کے مطالعے سے آپ کو یہ اندازہ بھی ہوگا کہ نیوکونز جن کا پہلے تذکرہ کیا گیا ہے' بہت پہلے سے پلاننگ کر رہے تھے۔ یہ نائن الیون کا معاملہ' جس کا الزام اسامہ کے سر تھوپ دیا گیا اُس کی منصوبہ بندی تو بہت پہلے سے ہو چکی تھی۔ اسی طرح نائن الیون سے بہت پہلے افغانستان اور عراق پر حملے کا فیصلہ بھی ہو چکا تھا۔

اِس کتاب کے بغور مطالعہ سے آپ کو بصیرت باطنی حاصل ہوگی' جس کی مدد سے آپ دیکھ سکیں گے کہ آج کی دنیا میں بین السطور کیا ہو رہا ہے۔ اگرچہ حالات و واقعات کی ایک تصویر تو اخبارات پڑھنے سے بھی سامنے آجاتی ہے' لیکن اصل حقائق بالعموم نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں۔ یہ کتاب ان حقائق تک رسائی میں بہت مددگار ثابت ہوگی۔ ان شاءاللہ

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم حالات کو سمجھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے دینی فرائض کا شعور حاصل کریں اور انہیں ادا کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جائیں اور اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے اس ملک میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کی جدوجہد میں شامل ہو جائیں' تاکہ یہاں اسلامی انقلاب برپا ہو جائے اور خدا کرے کہ افغانستان میں بھی طالبان کو دوبارہ حکومت حاصل ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو یہ دونوں ممالک مل کر بہت بڑی طاقت بن جائیں گے۔ سرزمین افغانستان میں طالبان نے اکیلے امریکہ اور اتحادیوں کو ناکوں چنے چبوائے ہوئے ہیں۔ اگر وہ دوبارہ برسر اقتدار آجائیں اور پاکستان کی سپورٹ انہیں حاصل ہو اور دونوں ممالک کے درمیان باہمی مفاہمت ہو' تو عالمی اسلامی انقلاب کے راستے وا ہو جائیں گے (ان شاءاللہ)

اقول قولی ھٰذا و استغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین و المسلمات

اسلام کا معاشرتی نظام

ڈاکٹر عبدالسمیع

''اسلامی نظام حیات'' کی اصطلاح اگرچہ ہم سیاسی اور معاشی معاملات میں بھی استعمال کر لیتے ہیں، جیسے ''اسلام کا معاشی نظام'' یا ''اسلام کا سیاسی نظام'' لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں میدانوں میں اسلام کی تعلیمات کی حیثیت نظام کی نہیں ہے۔ چونکہ کاروبار کے طریقے بدلتے رہتے ہیں اور سیاسی حالات بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں' لہٰذا ان دونوں میدانوں میں کوئی متعین نظام دینا خلافِ مصلحت تھا اور خلافِ واقعہ بھی ہے۔ جہاں تک سیاست کا تعلق ہے پورے قرآن مجید میں گنتی کی آیات ایسی ملیں گی جن میں سیاست کے ضمن میں کوئی بنیادی رہنمائی میسر آ جائے۔

اسی طرح معاشیات کے میدان میں قرآن مجید کے تیس پاروں اور نبی اکرم ﷺ کی مبارک احادیث میں سود یا جوئے کی حرمت اور بیع وشراء وغیرہ کے بارے میں تفصیلی ہدایات اور احکام تو ملیں گے لیکن متعین نظام نہیں ملے گا۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ جوں جوں وقت گزرتا ہے حالات تبدیل ہوتے چلے جاتے ہیں، لہٰذا کوئی متعین طریق معیشت رائج نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن جہاں تک معاشرتی نظام کا تعلق ہے اس پر جب ہم غور کرتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ اس میں وقت گزرنے کے ساتھ نہ تو کوئی بنیادی تبدیلی واقع ہوئی ہے اور نہ ہی کوئی تفصیلی تغیر وتبدل۔ والدین اور اولاد کا رشتہ آج بھی اسی طرح وجود میں آتا ہے جیسے آج سے چودہ سو سال قبل بلکہ اس سے پہلے وجود میں آیا کرتا تھا۔ اور میاں بیوی کے درمیان آج بھی وہی رشتہ ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے تھا۔ اور اسی طرح بہن بھائی آج سے پہلے جس رشتے سے منسلک ہوتے تھے آج بھی اسی رشتے میں منسلک ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہمارے خیال کے مطابق تو اہم ترین معاملات سیاسی و معاشی ہیں کہ جن میں رہنمائی درکار ہے، جبکہ معاشرتی معاملات تو خاندانی روایات کے مطابق خود بخود انجام پاتے رہتے ہیں، لیکن قرآن وسنت کی رہنمائی اوّل الذکر معاملات میں صرف اصولی و بنیادی ہے جبکہ معاشرتی وعائلی معاملات میں یہ رہنمائی تفصیلی بھی ہے اور متعین بھی۔ صرف نارمل ہی نہیں ابنارمل حالات میں بھی مفصل رہنمائی سے نوازا گیا ہے۔ جیسے طلاق کے معاملے میں کہ اگرچہ وہ پسندیدہ چیز نہیں ہے لیکن اس پر کئی کئی رکوع نازل ہوئے ہیں، ایک طلاق ہو تو کیا حکم ہے، دو ہوں تو کیا اور تین ہوں تو کیا ہوگا۔ رضاعت، نان، نفقہ، مہر اور اثاثہ جات کا کیا ہوگا۔

رشتوں کا باہمی توازن

معاشرہ بہت سے خاندانوں سے وجود میں آتا ہے اور ایک خاندانی یونٹ ایک مرد اور ایک عورت کے رشتہ نکاح میں منسلک ہونے سے وجود میں آتا ہے۔ لیکن یہ میاں بیوی صرف دو ہی نہیں ہوتے بلکہ اوپر کی سمت میں دونوں کے والدین ہوتے ہیں اور افقی سمت میں دونوں کے بہن بھائی ہوتے ہیں۔ پھر شادی کے نتیجے میں اولاد کی صورت میں رشتوں کی چوتھی سمت بھی وجود میں آجاتی ہے۔ ان چاروں جہات میں رشتوں کا توازن ہی اسلام کے سماجی نظام کی پہچان ہے۔ اگر ان رشتوں کے درمیان عدم توازن ہو جائے تو یہ نظام قائم (Intact) نہیں رہتا۔

خاندانی رشتوں کے لیے ایک نظام تو وہ ہے جو مغرب نے وضع کیا ہے۔ اس کے مطابق ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان میاں بیوی کا جو تعلق ایک دفعہ قائم ہو جائے انسان بس اسی کا ہو کر رہ جائے اور والدین کو تو بالکل چھوڑ ہی دیا جائے۔ البتہ اولاد اٹھارہ سال کی عمر تک اپنے والدین سے متعلق رہے، اس کے بعد وہ بھی آزاد و خود مختار ہو، یہاں تک کہ اس کے بعد اگر بچہ والدین کے پاس رہنا چاہے تو ''Paying guest'' کی حیثیت سے رہے۔ اور میاں بیوی کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد اور جملہ اثاثہ جات علیحدگی کی صورت میں نصف نصف تقسیم ہو جائیں اور کسی ایک کے فوت ہونے کی صورت میں دوسرا بلاشرکتِ غیرے اس کا مالک بن جائے۔ اس کے برعکس اسلام میں ہر رشتے کا ایک مقام مقرر کیا گیا ہے اور اس کے حقوق بھی واضح کر دیئے گئے ہیں اور اس پر عائد ہونے والے فرائض بھی۔

ذیل میں اسلام کی رُو سے ان رشتوں کے مابین حقوق وفرائض کا الگ الگ جائزہ پیش کیا جارہا ہے:

والدین کے حقوق

والدین اپنے بچے کی بچپن میں جو پرورش اور نگہداشت کرتے ہیں اس کی بنیاد پر قرآن مجید میں ان کا یہ حق تسلیم کیا گیا ہے کہ اگر زندگی کی کسی سٹیج پر وہ تمہارے سامنے اس حال میں آئیں جیسے تم ان کے سامنے تھے کہ نہ چل سکتے تھے، نہ بیٹھ سکتے تھے، نہ کھا سکتے تھے، نہ پی سکتے تھے، غرضیکہ اپنی صفائی اور طہارت سے بھی قاصر تھے، تو اب تم پر ازروئے قرآن یہ لازم ہے کہ ان کی تمام پہلوؤں سے نگہداشت کرو۔ گویا ان کے لیے معاشی جدوجہد سے لے کر رفع حاجت اور طہارت تک میں ان کے کام آؤ، جیسے انھوں نے، بالخصوص تمہاری والدہ نے تمہارے لیے کیا تھا۔ ازروئے قرآن یہ والدین کے ساتھ کوئی Favour نہیں بلکہ ان کا حق ہے۔

اگرچہ یہ ذمہ داری بالعموم اولاد کی ہے، لیکن زیادہ غور سے دیکھا جائے تو یہ اصلاً بیٹے کی ذمہ داری ہے، کیونکہ بیٹی تو والدین کے گھر سے رخصت ہو جاتی ہے اور کسی اور مرد کا گھر جا کر آباد کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی والدہ اور والد کے ترکے میں سے بھی اس کا حصہ اپنے بھائی کے مقابلے میں نصف ہے، لہٰذا ان کی خدمت کی ذمہ داری بھی اسی نسبت سے کم ہو جائے گی۔ رہی بہو تو وہ نہ تو اپنے سسر اور ساس کی وراثت میں حصے دار ہے اور نہ اس پر ان کی نگہداشت کی کوئی ذمہ داری ہے۔ لیکن عورت اپنے شوہر کا ہاتھ بٹاتے ہوئے اس کو معاشی دوڑ دھوپ کے لیے فارغ کر دے اور اس کے behalf پر، گھر میں موجود اس کے والدین کی نگہداشت کرے تو یہ اس عورت کا اپنے شوہر پر ایک بہت بڑا احسان ہے کہ اس طرح وہ اپنے والدین کے حقوق ادا کر سکے گا۔ بالفعل معاملہ یہ ہے کہ ایک گھر کی بیٹی کسی دوسرے گھر میں اور اس گھر کی بیٹی کسی تیسرے گھر میں جاتی ہے' تو اگر ہر عورت یہ محسوس کرے کہ جیسے میرے بھائی کی بیوی میرے والدین کی خدمت کر رہی ہے ویسے ہی مجھے اپنے شوہر کے والدین کی خدمت کرنا ہے، اگرچہ یہ میری براہ راست ذمہ داری نہیں، میں یہ کام اپنے شوہر کو اللہ کے عذاب میں مبتلا ہونے سے بچانے کی خاطر کر رہی ہوں تو عورت کو معلوم ہوگا کہ وہ یہ کام کس capasity میں کر رہی ہے اور شوہر بھی اس کا ممنون احسان ہوگا۔ اور اس کی بنیاد پر وہ اس کو اپنی خدمت سے کچھ ریلیف دے گا، گھر میں بچوں کی دیکھ بھال میں اور کبھی بیوی کا ہاتھ بٹانے کی غرض سے حضور ﷺ کی سنت کے مطابق گھر میں جھاڑو لگانے اور چولہے میں آگ جلانے پر بھی اس کی طبیعت آمادہ ہوگی۔

اولاد کے حقوق

اس کے بعد آتا ہے معاملہ حقوق اہل وعیال کا، یعنی انسان پر ازروئے دین اولاد کے کیا حقوق ہیں۔ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ایک باپ کی اپنی اولاد کی طرف سے اور ایک شوہر کی اپنی بیوی کی جانب سے اصل ذمہ داری تو انھیں جہنم کی آگ سے بچانا ہے۔ سورۃ التحریم کی آیت نمبر 6 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن بننے والے ہیں انسان اور پتھر۔'' باقی ذمہ داریاں جو معلوم ومعروف ہیں یعنی ان کے لیے روٹی کپڑا، مکان اور حفاظت کا انتظام بھی اس کی ذمہ داری ہے لیکن جس حد تک ہو سکے، کیونکہ ان تمام کے لیے ایک عنوان ہے معیشت اور رزق کے وسائل کی فراہمی اور رازق بلاشبہ اللہ ہی ہے۔ انسان کی تمام تر محنت اور دوڑ دھوپ کے بعد بھی انسان کو اتنا ہی ملے گا جتنا اللہ ان کے لیے طے کر دے۔ رہی تعلیم وتربیت تو اس میں بھی

تربیتِ اولاد تو والد پر فرض ہے، تعلیم کا نمبر اس کے بعد آتا ہے۔ تربیت کا مقصد یہ ہوگا کہ اولاد کو انسان بنایا جائے۔ انسان بنانے کے لیے جس تعلیم کی ضرورت ہے، دینی یا دنیوی، اپنے وسائل میں رہتے ہوئے اولاد کو وہ تعلیم دلانا بھی فرض ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر ان کو اللہ کی معرفت دلانا اور آخرت میں کامیاب ہونے کے لیے ضروری تعلیم دلانا بھی فرض ہے۔

شوہر اور بیوی کے حقوق وفرائض

اس کے بعد تیسرا اہم ترین رشتہ ہے شوہر اور بیوی کا۔ شوہر اور بیوی کے درمیان حقوق وفرائض کا معاملہ اس وقت کا سب سے حساس معاملہ ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ سمجھ لیجئے کہ اسلام کی رو سے خاندان ایک ادارہ ہے اور ادارہ کی سب سے اہم چیز اس کا ڈسپلن ہوتا ہے۔ کسی ادارے میں کام کرنے والے مختلف افراد انسان ہی ہوتے ہیں، ورکر بھی انسان ہوتا ہے اور ڈائریکٹر بھی۔ اسی طرح قاصد بھی انسان ہوتا ہے اور باس بھی۔ لیکن انسان ہونے کے اعتبار سے دونوں برابر ہونے کے باوجود اس ادارے کے ڈسپلن کا تقاضا پورا کرتے ہوئے چھوٹا منصب رکھنے والا بڑا منصب رکھنے والے کا حکم مانتا ہے اور جب تک یہ کیفیت برقرار رہتی ہے اس ادارے کا نظام صحیح چلتا ہے۔ مزید یہ کہ ہر ادارے کا ایک ہیڈ ہوتا ہے اور باقی سب اس کے ماتحت۔ کوئی بینک اور مل بغیر منیجر، کوئی کالج بغیر پرنسپل اور کوئی سکول بغیر ہیڈ ماسٹر کے نہیں چلتا۔ ایک دن کے لیے بھی ادارے کے ہیڈ کو چھٹی کرنا ہو تو اس کا انچارج مقرر کیا جاتا ہے۔ گھر کے ادارے کا بھی ایک سربراہ ہے اور وہ مرد ہے۔ اس کے تمام ماتحت بیوی بچے انسان ہی ہوتے ہیں، لیکن ان کو اس ادارے کے سربراہ کی اطاعت کرنا پڑتی ہے اور دوسرے اداروں کی طرح نہ تو گھر کے ادارے کا سربراہ super human ہوتا ہے اور نہ اس کے ماتحت sub human ہوتے ہیں، بلکہ سب شرفِ انسانیت میں بالکل مساوی ہوتے ہیں۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہم ماچس، جوتوں اور کمپیوٹر بنانے والے اداروں میں سربراہ کے مقام اور اس کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، لیکن انسانوں کی تخلیق کے ادارے کو سربراہ کے بغیر چلانا چاہتے ہیں۔ سکول میں ہیڈ ماسٹر، کالج میں پرنسپل، فرم اور بینک میں منیجر اور فیکٹری اور مل میں منیجنگ ڈائریکٹر کی ضرورت اس ادارے کے نظام کو ہنگامے اور بے یقینی سے بچانے کے لیے ہوتی ہے کہ کوئی ایک شخص ذمہ دار ہو جو ہر طرف سے معلومات حاصل کر کے بالآخر فیصلہ کرے۔ بالکل یہی ضرورت ایک گھر کے اندر بھی ہے۔ اللہ نے "اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ" (النساء:34) (مرد عورتوں پر ذمہ دار ہیں) کا حکم نازل فرما کر گھر کا ذمہ دار مرد کو مقرر کر دیا ہے، لہٰذا گھر کے معاملات میں آخری فیصلہ مرد کا ہوگا۔ عورت ایک انسان ہے، وہ بھی اپنی رائے دے گی، بچے بھی انسان ہیں، ان کی خواہش بھی سامنے آئے گی، لیکن آخری فیصلہ عورت نہیں مرد، اور بچے نہیں باپ یعنی گھر کا سربراہ کرے گا۔ البتہ جیسے ایک اچھا افسر، ایک اچھا باس، ایک اچھا منیجر، ایک اچھا ڈائریکٹر اور ایک اچھا ہیڈ ماسٹر اور پرنسپل اپنے رفقائے کار کو ساتھ لے کر چلتا ہے، گھر کے سربراہ کو بھی اپنے اہل خانہ کے اندر روزمرہ کے معاملات میں شمولیت کا احساس پیدا کرنا ہوگا، مختلف پروجیکٹس میں ان کی پیٹھ ٹھونکنا ہوگی اور ان کے اندر یہ احساس پیدا کرنا ہوگا کہ وہ اس گھر میں صرف کسی غلام کی حیثیت سے نہیں رہ رہے، بلکہ ان کا بھی باعزت مقام ہے، ان کی بات بھی سنی جاتی ہے اور اس کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ جب کسی گھر کے اندر یہ کیفیت پیدا ہوگی تو وہ گھر یقیناً جنتِ ارضی بن جائے گا۔ اور اس کے برعکس اگر گھر میں یہ کیفیت پیدا نہیں ہوگی تو گھر دنیا میں ہی جہنم کا نقشہ پیش کرنے لگے گا۔

خاندان کے سربراہ کے لیے قرآن کی ہدایات

قرآن مجید اس معاملہ میں جو ہدایات ایک مسلمان گھرانے کے سربراہ کو دیتا ہے ان میں سورۃ التغابن کی آیات بہت اہم ہیں۔ ارشاد ہوا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾﴾ (التغابن)

"اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں، تو تم ان سے ہوشیار رہو! اور اگر تم ڈھیل دے دو، چشم پوشی کرلو اور (معاملے کو) ڈھانپ دو (بخش دو)' تو اللہ تعالیٰ بھی ڈھانپنے والا (بخشنے والا) مہربان ہے۔"

مزید ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾﴾ (التغابن)

"بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں اور اللہ ہی کے پاس اجرِ عظیم ہے۔"

ان آیاتِ مبارکہ میں مال اور اولاد کی بنیاد پر انسان کی آزمائش کے اصل الاصول کو بیان فرما کر یہ بات واضح کی گئی ہے کہ اللہ نے مال اور اولاد کی بے پناہ محبت انسان کے دل میں ڈال دی ہے اور اس محبت کے جذبے میں گرفتار ہو کر وہ اپنے نفع ونقصان سے غافل ہو سکتا ہے، لہٰذا یہ اس کے لیے ایک مخفی خطرہ ہیں۔ مزید برآں گھر کے اندر اولاد اور بیوی دونوں ہی اس سے بے پناہ محبت بھی رکھتے ہیں اور دونوں جذباتی بھی نسبتاً زیادہ ہیں، لہٰذا ان کی طرف سے آنے والے تقاضے اور خواہشات جذبات پر مبنی ہوتے ہیں اور انسان کے لیے ایک کشش رکھتے ہیں۔ لہٰذا اندیشہ ہے کہ انسان اپنے اہل وعیال کی خواہشات کو اگر بغیر سوچے سمجھے پورا کرے تو اس معاملے میں حلال وحرام اور جائز وناجائز میں تمیز نہ کرنے کے سبب دنیا اور آخرت کے خسارے سے دوچار ہو جائے۔ لہٰذا مسلمان گھرانے کے سربراہ کو چوکس رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ البتہ چوکس رہنے سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ گھر کو میدانِ جنگ بنا دیا جائے یا اپنے اہل وعیال کو بار بار ٹوک کر یا ڈانٹ کر ڈھیٹ بنا دیا جائے یا ان کی زبان بندی کر دی جائے۔

نوٹ کیجیے محولہ بالا آیات میں عفو، صفح اور مغفرت کے الفاظ مبارکہ وارد ہوئے ہیں۔ عفو کے معنی ہیں ڈھیل دینا۔ صفح کے معنی ہیں چشم پوشی یا سنی ان سنی کر دینا اور مغفرت کے معنی ہیں ڈھانپ دینا۔ اس طرح یہ تینوں تقریباً ایک ہی جیسے مفہوم کے الفاظ ہیں۔ ایڈمنسٹریشن کے اندر بھی یہی اصول کارفرما ہے کہ اگر آپ کے کسی ماتحت سے کوئی نامناسب حرکت سرزد ہو تو یہ لازم نہیں ہوتا کہ اس پر کوئی ایکشن ہی لیا جائے، کبھی کبھی جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا جائے، کبھی معاملے کو ڈھانپ دیا جائے۔

"اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا اور مہربان ہے۔" یہ اشارہ بھی بہت اہم ہے کہ عام طور پر انسان جب اپنے ماتحتوں پر برستا ہے تو دل میں یہ احساس لیے ہوئے ہوتا ہے کہ میں غلطی یا نقص سے پاک آدمی ہوں اور جب اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اُٹھا کر مغفرت کی دعا مانگتا ہے تو اپنے رب سے کہتا ہے کہ میں بہت گنہگار ہوں، میں کمزور ہوں، مجھ میں یہ خامی اور یہ کوتاہی ہے، تو مجھے معاف فرما۔ تو انسان اپنے معاملے میں عفو ودرگزر کا طالب ہوتا ہے جبکہ دوسروں کو معاف کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اس میں مزید غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ درگزر، دفتر میں اپنے ماتحتوں سے درگزر کے مقابلے میں کہیں زیادہ مطلوب ہے، اس لیے کہ یہ اپنے ہیں اور سربراہ سے محبت کرنے والے ہیں اور اسے دل کی گہرائیوں سے چاہنے والے ہیں۔

اس طرح اسلام کے نظامِ معاشرت میں ایک طرف بیوی بچوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر اور والد کا حکم مانیں اور دوسری طرف اس کو بیلنس کیا گیا ہے مرد کو یہ احساس دلا کر کہ اس کا کام صرف حکم چلانا ہی نہیں ہے بلکہ اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں میں یہ احساس پیدا کرے کہ ان کا باپ واقعی ان سے محبت کرتا ہے اور واقعتاً ان کے مستقبل کی فکر رکھتا ہے اور وہ ان پر واقعی بہت مہربان اور شفیق ہے۔ اس صورت میں کبھی باپ ڈانٹے گا بھی تو اس کی ڈانٹ سے مثبت اثرات مرتب ہوں گے اور کوئی منفی اثر ظاہر نہ ہوگا۔ اسی طرح کبھی ادب سکھانے کے لیے ان کی پٹائی بھی کی جائے گی تو بلاشبہ مفید ہوگی۔ بعینہٖ یہ کیفیت بیوی کے معاملے میں بھی ہوگی۔ اگر کوئی شخص اپنی اہلیہ کو یہ احساس دلا دے کہ وہ اس کا خیر خواہ ہے، اس کے جذبات کی قدر کرنے والا ہے، اس کے ساتھ شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کرنے والا ہے تو اس کی اہلیہ لازماً اپنے اندر اس کی اطاعت کے لیے آمادگی پائے گی اور کسی موقع پر اس کی سرزنش تک پر بُرا نہیں مانے گی۔

نسبتی رشتے اور اسلام کی تعلیمات

اس کے بعد آتے ہیں دوسرے نسبتی رشتے (In Laws) ان میں سسر اور ساس اور بہو اور داماد (جن پر پہلے بحث ہو چکی) کے بعد اب آیئے شوہر اور بیوی کے بہن بھائیوں اور پھر بقیہ عزیز واقارب کی طرف۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ والدین اور اولاد کا رشتہ براہِ راست رشتہ ہوتا ہے، جبکہ بہن بھائی کے ساتھ انسان کا رشتہ والدین کی وساطت سے استوار ہوتا ہے، لہٰذا بہن بھائی کے رشتے میں والدین کے مقابلے میں دوری ہے۔ ہر شخص اپنے

بہن بھائی تک پہنچنے کے لیے ایک درجہ اوپر چڑھ کر اپنے والدین تک پہنچتا ہے، پھر ایک درجہ نیچے آ کر ان تک پہنچتا ہے، لہٰذا یہاں دو درجوں کا فصل ہے جبکہ میاں اور بیوی کے لیے ایک دوسرے کے بہن بھائی ایک درجہ اور دور ہو جاتے ہیں۔

رشتوں کی تقسیم اور قانونِ وراثت

رشتوں کی یہ تقسیم اسلام کے قانونِ وراثت میں بہت نمایاں ہو کر سامنے آئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ دائرے ہیں جو کھینچ دیئے گئے ہیں۔ وراثت کے بہت سے معاملات میں نظر آتا ہے کہ انسان کے اصل تعلق تو دو ہی ہیں، والدین اور اولاد، باقی سب ان کے بعد ہیں۔ مثلاً مرنے والے کے قریب ترین (immediate) رشتہ دار کون ہیں؟ اوپر کی طرف اس کے والدین، نیچے کی طرف اس کی اولاد اور افقی سمت میں بیوی یا شوہر۔ ان میں بیوی یا شوہر کی عدم موجودگی میں تو وراثت in Laws کو نہیں جائے گی، البتہ والدین اور اولاد کی عدم موجودگی میں وراثت دادا/ دادی اور پوتا/ پوتی کو منتقل ہوگی، ورنہ نہیں۔ مثلاً اگر مرنے والے کے والدین موجود ہوں گے تو وہی اپنے حصے کے وارث ہوں گے۔ اگر وہ موجود نہ ہوں تو دادا دادی وراثت میں حقدار ہوں گے۔ اسی طرح اولاد کے دائرے میں اگر کوئی موجود ہوگا تو پوتا پوتی محروم رہیں گے اور اولاد میں سے کوئی بھی موجود نہ ہوگا تو پوتے اور پوتیاں وارث بنیں گے۔

ستر وحجاب کے احکام

رشتوں کی دوری کی بنیاد پر اسلام میں ایک اور پابندی عائد کی گئی ہے اور وہ ہے ستر وحجاب کی پابندی۔ جہاں تک ستر کا تعلق ہے وہ تو یہ ہے کہ جسم کے کچھ حصے مرد اور عورت پر ہر حال میں ڈھانپنے فرض ہیں، انھیں شریعت کی اصطلاح میں ستر کہتے ہیں۔ اس حکم سے استثناء صرف رشتہ ازدواج ہے یا پھر ایمرجنسی اور طبی یا انصاف کی ضرورت۔ یعنی انسانی جان بچانے کی خاطر کسی بھی مکان میں کود کر انسان کی جان بچائی جا سکتی ہے، طبی ضرورت کے تحت معالجین کے سامنے ستر کھولا جا سکتا ہے اور عدل وانصاف کے تقاضوں میں اگر ضرورت داعی ہو تو اس کی اجازت ہے۔ اس کے بعد معاملہ آتا ہے حجاب کا۔ رشتوں میں ایک خاص حد ہے کہ اس درجے تک رشتے محرم ہیں، ان کے درمیان کسی بھی سطح پر نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد کے درجات محرم نہیں ہیں، ماسوائے عمودی رشتوں کے کہ ان میں حرمت لامحدود ہے۔ یعنی ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی اوپر جہاں تک چلے جائیں اور بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی، نواسہ نواسی جہاں تک چلے جائیں حرمت ہی حرمت ہے۔ لیکن اطراف کے رشتوں میں حرمت صرف دو رشتوں کی ہے، تیسرے رشتے میں حرمت کی قطعیت ختم ہو جائے گی۔ درمیان میں رضاعت آ جائے یا رشتہ ازدواج آ جائے تو بات دوسری ہوگی۔ جہاں تک شادی بیاہ کا تعلق ہے تو جب تک پہلا رشتہ برقرار رہے گا تیسرا رشتہ حرام ہوگا، یعنی بیوی کی بہن، بھانجی، خالہ اور پھوپھی حرام ہوں گی۔ جب پہلا رشتہ منقطع ہوگا (بیوی کی موت یا طلاق کی صورت میں) تو وہ عام عورتوں کی سطح پر آ جائیں گی۔ رشتوں کی اس تقسیم کے ساتھ بندھا ہوا شریعت میں ستر وحجاب کا قانون ہے اور یہ قانون بہت اہم ہے۔ اس کے احکامات کے ساتھ اس کی حکمت کا سمجھنا بھی اس دور کی ایک اہم ضرورت ہے۔

احکامِ ستر وحجاب کی حکمتیں

مرد اور عورت کی تخلیق اور نفسیات کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد اور عورت صرف جسم کے چند اعضا اور داڑھی مونچھ ہی کی بنیاد پر ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہیں، بلکہ یہ دونوں وجود بالکل ہی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ سائنس کی زبان میں تو ہم یوں کہیں گے کہ مرد کے جسم کا ہر ہر خلیہ (Cell) عورت کے جسم کے خلیوں سے مختلف ہے، کیونکہ مرد کے خلیے XY قسم کے کروموسومز (chromosomes) لیے ہوئے ہیں اور عورت کا ہر ہر خلیہ XX قسم کے کروموسومز لئے ہوئے۔ لہٰذا دونوں وجود اپنی تخلیقی ساخت میں بظاہر بہت زیادہ مشابہ ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ نفسیاتی اعتبار سے جب ہم جذبات اور ان پر قابو پانے کے حوالے سے ان دونوں پر غور کرتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ عورت نسبتاً زیادہ جذباتی ہے، اور مرد اپنے جذبات پر نسبتاً زیادہ قابو رکھنے والا۔ اپنے جذبات پر قابو رکھنے کی اس صلاحیت ہی کو عربی زبان میں ''عقل'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ گویا اگر جذبات انسانی شخصیت میں گاڑی کے accelerator کے مشابہ ہیں تو عقل اس کی بریک ہے۔ جدید عربی میں بریک اور پارکنگ کے لیے لفظ وقوف استعمال ہوتا ہے اور اردو میں بے وقوف بے عقل کو کہا جاتا ہے۔ اس ناچیز کے خیال میں حضور ﷺ کے اس مشہور فرمان میں، جس کے اندر آپ ﷺ نے عورت کو ''ناقص العقل'' قرار دیا ہے، عقل کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے نہ کہ ذہانت کے معنوں میں۔

مرد کی شخصیت......آئینۂ قرآنی میں

سورۂ آلِ عمران کی آیت 14 میں ارشاد فرمایا ہے:

''لوگوں (مردوں) کے لیے پرکشش بنائی گئیں ان کی ان خواہشات کی محبتیں جو انھیں لاحق ہیں عورتوں، بیٹوں، سونے چاندی کے ڈھیروں (مال و دولت)، نشان زدہ (عمدہ نسل کے) گھوڑوں (عمدہ سواری) اور مویشیوں اور کھیتی سے۔''

اس آیت مبارکہ میں مرد کی شخصیت کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ بہت جامع ہے اور انسان کی ایسی مکمل تصویر تو اس کا خالق ہی کھینچ سکتا ہے۔ اس میں جس ترتیب کے ساتھ مرد کی خواہشات کا تذکرہ ہے وہی ترتیب مرد کی دلچسپی میں کمیت کے اعتبار سے بھی نظر آتی ہے اور ایک شخص کی زندگی میں زمانی ترتیب کی بھی خبر دیتی ہے۔ ایک تو یہ کہ مرد سب سے زیادہ عورت کے پیچھے بھاگتا ہے، پھر وہ اولاد کے مستقبل کی فکر کرتا ہے، پھر بینک بیلنس اور اچھی سواری کی دھن اس پر سوار ہوتی ہے اور زندگی کی آخری سٹیج پر وہ جائیداد اور حویلی کا خواہشمند نظر آتا ہے۔

لیکن بلاشبہ انسان کی سب سے زوردار اور سب سے اہم خواہش جنسی خواہش ہی ہے۔ ہم میں سے ہر مرد اپنے گریبان میں جھانکے تو وہ قرآن کی بیان کردہ اس حقیقت کا اعتراف کرے گا کہ واقعی جنسی خواہش ایک انتہائی زوردار خواہش ہے۔ اس کے جذبات واحساسات ایک مرد سے گفتگو کرتے ہوئے اور ایک عورت سے گفتگو کرتے ہوئے ایک جیسے نہیں ہوتے۔ وہ سو آدمیوں کی پاؤں کی آہٹ کا نوٹس نہیں لیتا، لیکن ایک عورت کے چلنے کی آواز پر اس کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔

عورت کے معاملے میں مرد کی عیاری

چونکہ مرد کے جذبات پر اس کی عقل کی گرفت نسبتاً زیادہ مضبوط ہوتی ہے، لہٰذا وہ اس معاملے میں چالاکی اور عیاری کا راستہ اختیار کرتا ہے اور اپنی خواہش کا عورت کے سامنے براہ راست اظہار نہیں کرتا بلکہ جس طرح عقل مند والد اپنی اولاد کی تربیت اس طرح کرتا ہے کہ وہ خود ہی اس کی خواہش کے مطابق ڈھلتی چلی جائے، مرد بھی عورت کا محسن بن کر سامنے آتا ہے، اس کو کبھی آزادی کی لوری دیتا ہے، کبھی جدیدیت کی طرف مائل ہونے کی ترغیب دلاتا ہے۔ نتیجتاً یہ جذباتی مخلوق بچوں کی سی معصومیت کے ساتھ مردوں کی آلۂ کار بن جاتی ہے۔ چونکہ خود عورت میں جذبۂ جنس مامتا کے مقابلے میں خوابیدہ ہوتا ہے لہٰذا عام طور پر وہ ایسا ہرگز کسی جنسی جذبے سے نہیں کرتی۔ لیکن اس کے غیر مستور اور بے حجاب باہر آنے سے مرد بھرپور لطف اندوز ہوتا ہے۔ غور کیجیے، یورپ اور امریکہ کے سرد مقامات پر جہاں مرد خود تو جرابوں اور فل شوز سے لے کر نیکٹائی اور پھر ہیٹ بھی پہنتا ہے، لیکن عورت کے لیے اس نے جو لباس تجویز کر رکھا ہے اس میں اس بے چاری کی ٹانگیں ننگی اور گریبان کھلا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں پنجاب اور سندھ میں موسم گرما کے اندر دوپہر کے وقت اگر کسی چوراہے میں ٹریفک جام ہو جائے تو چپل یا سینڈل کے ساتھ وہاں موجودگی خاصی تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے، لیکن وہیں ہماری بہنیں اور بیٹیاں ننگے بازوؤں اور ننگے سروں کے ساتھ موٹر سائیکل پر سفر کرنے میں خوشی محسوس کر رہی ہوتی ہیں۔ یقیناً وہ بھی سردی اور گرمی کو محسوس کرتی ہیں، لیکن وہ مردوں کی ہوشیاری کا شکار ہو چکی ہیں۔

مرد چاہتا یہ ہے کہ وہ ہر عورت سے مختلف سطحوں پر جنسی لذت تو حاصل کرے لیکن اس کے عوض اسے عورت کو کچھ دینا نہ پڑے، جبکہ اسلام عورت پر یہ پابندی لگاتا ہے کہ جب تک مرد کم از کم دو گواہوں کی موجودگی میں کسی عورت کے نان نفقہ اور عزت وآبرو کی پوری ذمہ داری قبول کر کے اس کو اپنی وراثت تک میں حق دار تسلیم نہ کر لے عورت اس کو کسی سطح پر جنسی لذت فراہم نہ کرے۔ یہی فرق ہے زنا اور نکاح میں۔ نکاح مرد کو ذمہ دار بناتا ہے جبکہ مرد زنا کے ذریعے ذمہ داری سے فرار چاہتا ہے۔

ان گزارشات کی روشنی میں غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ ستر وحجاب یعنی پردے کے احکام اصلاً پابندی ہیں مرد پر، لیکن ذریعہ ہیں عورت کی حفاظت کا۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

خلیفہ مظلوم

حضرت عثمان غنیؓ کی سیرت و کردار

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے وہ منظور نظر صحابی تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ کی دوہری دامادی کا شرف حاصل ہے۔ اُن کا نام السابقون الاولون میں شامل ہے۔ آپؓ اُن دس جلیل القدر صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہیں۔ جنہیں محبوب خدا ﷺ نے نام بنام جنت کی بشارت دی تھی۔ آپ واقعہ بیعت رضوان کی ممتاز شخصیت ہیں بیعت رضوان وہ بیعت ہے جس کا ذکر قرآن مقدس میں مذکور ہے۔ اسی واقعے کے ضمن میں وہاں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے الفاظ آئے ہیں۔ یہی وہ فضیلت ہے جس کی بنا پر آج بھی صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھا جاتا ہے۔

حضرت عثمانؓ عام الفیل کے چھٹے سال 576ء میں پیدا ہوئے۔ آپؓ سلیم الفطرت انسان تھے' اسی لئے جلد ہی صداقت کو پہچان لیا اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی تبلیغ و ترغیب سے اسلام قبول کر لیا۔ آپؓ قریش کی مشہور شاخ بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت پر رسول اللہؐ سے جا ملتا ہے۔ آپؓ انتہائی خوبصورت شکل و صورت کے مالک تھے۔ دراز قد اور سرخ و سفید چہرے والے تھے۔ آپؓ جوان ہوئے تو تجارت کا پیشہ اپنایا' اور جلد ہی مکہ مکرمہ کے ممتاز اور دولت مند تاجر بن گئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی دولت بڑی فراخدلی کے ساتھ فی سبیل اللہ خرچ کرتے رہے۔

آپؓ کی سیرت و کردار میں بہت سی نمایاں اور امتیازی خصوصیات تھیں۔ آپؓ نے اپنی اہلیہ حضرت رقیہؓ (جو کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں) کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اسلام کی خاطر ہجرت کرنے والا یہ پہلا قافلہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' عثمانؓ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کی۔ بعدازاں آپؓ نے مدینہ شریف کی طرف بھی ہجرت کی۔ اس طرح آپ کا لقب صاحب الہجرتین ہوا۔ مدینہ پہنچے تو اگلے ہی سال یعنی 2ھ میں معرکہ بدر پیش آیا۔ عین اس موقع پر سیدہ رقیہؓ شدید بیمار ہو گئیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں چھوڑا۔ سیدہ رقیہ اسی بیماری میں فوت ہو گئیں۔ اُن کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ ملول رہنے لگے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی دوسری بیٹی سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح آپؓ سے کر دیا چونکہ آپؓ کا نکاح یکے بعد دیگرے رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیوں سے ہوا' اس لئے آپؓ کا لقب ذوالنورین ہوا یعنی دو نوروں والا۔ 9ھ میں سیدہ ام کلثوم بھی فوت ہو گئیں تو آپؐ نے فرمایا اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمانؓ کے نکاح میں دے دیتا۔ آپؓ عثمان غنی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؓ مالدار تاجر تھے' اور بڑی فیاضی کے ساتھ اسلام کے فروغ کے لئے دولت خرچ کرتے رہے۔ آپؓ ہر جمعہ کے روز ایک غلام آزاد کرتے' اگر جمعہ کے دن ایسا نہ ہو سکتا تو ہفتے کے کسی دوسرے روز ایک غلام آزاد کر دیتے۔ جب مسلمان مکہ سے مدینہ پہنچے تو پانی کی قلت بہت بڑا مسئلہ تھا۔ آپؓ نے میٹھے پانی کا مشہور کنواں جسے

> **آپؓ حضرت عمر فاروقؓ کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ بنے اور 12 سال تک آپؓ خلیفہ رہے۔ آپؓ کے عہد میں اسلامی سلطنت 44 لاکھ مربع میل کے رقبہ پر مشتمل تھی**

بئر رومہ کہتے ہیں' 30 ہزار دینار میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ آپؓ کے اس کار خیر پر رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے محبوب صحابی تھے۔ آپ کو کئی مرتبہ جنت کی بشارت دی گئی۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب آپؐ نے لوگوں کو جنگی تیاری کے لئے مال خرچ کرنے کو کہا تو آپؓ نے ایک ہزار دینار لا کر حضور ﷺ کی گود میں ڈال دیئے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی گود میں ان اشرفیوں کو الٹ پلٹ رہے تھے اور ساتھ فرما رہے تھے آج کے دن کے بعد عثمانؓ جو کچھ بھی کریں اس سے ان کو کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچے گا (مسند احمد)۔ اس نقد رقم کے علاوہ حضرت عثمانؓ نے اس موقع پر پہلے سو اونٹ پورے ساز و سامان کے ساتھ دینے کا اعلان کیا اور بعدازاں مزید دو سو اور پھر مزید تین سو اونٹ معہ ساز و سامان کے ساتھ دینے کا ذمہ لیا۔ آپؓ کے اس انفاق فی سبیل اللہ پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عثمانؓ اپنے اس عمل اور اس مالی قربانی کے بعد جو بھی کریں اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔'' یہ بات آپؐ نے دو مرتبہ ارشاد فرمائی۔

عہد نبویؐ میں ہی رسول اللہ ﷺ کی مسجد (مسجد نبویؐ) گنجائش کے اعتبار سے کافی نہ رہی تو حضرت عثمانؓ نے مسجد کے قریب کا قطعہ اراضی مہنگے داموں خرید کر مسجد میں شامل کر دیا۔ اس طرح مسجد کی پہلی توسیع آپؓ کے ہاتھوں انجام پائی۔

صلح حدیبیہ آپ کی زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے۔ 6ھ میں آپؐ چودہ سو صحابہ کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف عمرہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو کفار نے مزاحمت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو بات چیت کرنے کے لئے قریش مکہ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔ وہاں آپ کو دیر لگ گئی تو مشہور ہو گیا کہ مکہ میں حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس پر آپؐ نے اپنے ساتھی صحابہ کرامؓ سے قتل عثمانؓ کا بدلہ لینے کی بیعت لی۔ پھر اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا اور یوں حضرت عثمانؓ کی طرف سے غائبانہ بیعت لی۔ اس بیعت کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ الفتح میں ان الفاظ میں ہوا۔ ''اللہ راضی ہو گیا اہل ایمان سے جب وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے۔'' یوں آپ کی دو غیر حاضریوں کو رسول اللہ ﷺ نے حاضری شمار کیا۔ اوّل غزوہ بدر میں آپؓ سیدہ رقیہؓ کی بیماری کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے مگر آپ کو غزوہ بدر کے شرکاء میں شامل سمجھا گیا' دوسرے صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؓ حدیبیہ کے بجائے مکہ میں موجود تھے مگر آپ کو بیعت لینے والوں میں شامل سمجھا گیا۔

قرآن مجید کی تدوین تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد خلافت میں ہو چکی تھی۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں جب اسلامی سلطنت کی حدود وسیع ہوئیں تو تلفظ کے اختلاف کی اطلاعیں ملنے لگیں۔ چنانچہ آپؓ نے صحابہ کرامؓ کے مشورے سے قرآن پاک کی متفقہ قراءت نافذ کی۔ عہد صدیقی کا مدوّن شدہ نسخہ جو اُم المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ تھا' منگوایا۔ اس کی نقلیں تیار کر کے تمام اسلامی ممالک میں بھجوائیں اور حکم جاری کیا کہ تمام مسلمان اپنے نسخوں کو حضرت حفصہؓ کے نسخے کے مطابق کر لیں۔ حفاظت قرآن کے ضمن میں یہ آپؓ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

آپؓ حضرت عمر فاروق ؓ کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ بنے اور 12 سال تک آپؓ خلیفہ رہے۔ آپؓ کے عہد میں اسلامی سلطنت 44 لاکھ مربع میل کے رقبہ پر مشتمل تھی۔ اس قدر عظیم شخصیت اور رسول اللہ ﷺ کے محبوب صحابی کو انتہائی بے دردی کے ساتھ روزے کی حالت میں جبکہ وہ گھر کے اندر بھوکے پیاسے محصور تھے اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے' شہید کر دیا گیا۔ یہ جمعے کا دن تھا اور ذوالحجہ کی 18 تاریخ تھیں۔ آپؓ کی شہادت پر وہ فتنہ اٹھا جس کے نتیجہ میں لاکھوں مسلمان مقتول و محصور ہوئے۔ وفات کے وقت آپؓ کی عمر 82 سال تھی۔

جمہوریت کی نیلم پری

سرداراعوان

نوعِ انسانی نے ارتقاء کی جو منازل طے کی ہیں اور نت نئے تجربات کی روشنی میں جو نتائج اخذ کیے ہیں ان کے حوالہ سے کہا گیا تھا کہ عمرانی سطح پر سب سے اہم یافت جمہوری نظامِ حکومت کی ہے۔ اگرچہ جمہوریت کے بارے میں ہمیشہ یہ کہا گیا کہ یہ ابھی تکمیل کے مراحل طے کر رہی ہے لیکن اس کے لیے جو اصول وضع کئے گئے تھے وہ اس قدر جان دار تھے کہ دنیا کی نظروں میں دوسرا کوئی نظام جچتا ہی نہ تھا۔ جمہوریت کی جائے پیدائش ہونے کا فخر برطانیہ عظمیٰ کو حاصل تھا مگر اسے سرچڑھایا تھا امریکہ نے۔

جمہوری نظام کے اس خوبصورت چہرہ کے پس پردہ جو چنگیزیت کارفرما تھی اسے کسی دشمن نے نہیں، خود امریکہ اور برطانیہ نے دنیا کے سامنے بے نقاب کیا ہے۔ کیوں کیا ہے؟ اس کا ایک ظاہری سبب تو یہ ہے کہ ہلاکت خیز اسلحی طاقت سے مدہوش امریکی حکومت اب مزید کسی پردہ پوشی کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتی۔ لیکن ایک باطنی سبب وہ خون بھی ہے جو سرزمین افغانستان اور عراق میں جذب ہوا ہے اور دنیا بھر سے مسلمانوں نے جنھیں القاعدہ اور طالبان کا نام دیا گیا ہے، آ کر فقط اللہ کی رضا کے حصول کے لیے یہ خون دیا ہے۔ امید ہے کہ اسلام کے لیے دی جانے والی یہ قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی اور بہت جلد باطل سرنگوں ہوگا اور دنیا میں اسلام کا غلبہ ہوگا۔

جمہوریت کا طرۂ امتیاز صدر امریکہ ابراہام لنکن کا یہ خوشنما جملہ تھا کہ جمہوریت سے مراد عوام (People) کی حکومت، عوام کے لیے حکومت اور عوام کے ذریعے حکومت ہے۔ لیکن غور کریں تو معلوم ہوگا کہ عوام نام کی کوئی شے دنیا میں نہ کبھی رہی ہے اور نہ اب ہے۔ افراد کے مجموعہ کو عوام کہہ سکتے ہیں' مگر ہر فرد چونکہ دوسرے فرد سے الگ نوع ہے اس لیے افراد کا مجموعہ اس وقت تک بے معنی ہے جب تک کہ وہ کسی ایک نظریہ اور مقصد کے لیے متحد ہو کر ایک مضبوط اور منظم طاقت کی شکل اختیار نہیں کر لیتا۔ چنانچہ خود امریکہ اور برطانیہ کے حوالہ سے ہی یہ بات اب کھل کر سامنے آ چکی ہے کہ حکومت عوام کی نہیں ہوتی بلکہ ایک مفاد پرست طبقہ یا گروہ کی ہوتی ہے جسے elite، اشرافیہ یا حکمران طبقہ کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپوزیشن کا' جو جمہوریت کا جزو لازم ہے تعلق بھی اسی طبقہ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا الیکشن کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کے نتیجہ میں بننے والی حکومت عوام کی حکومت ہوتی ہے۔ عوام کی عملاً جب کوئی حیثیت ہی نہیں تو ان کی حکومت کیسے ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ افراد کی اکثریت کبھی اچھے افراد پر مشتمل نہیں ہوتی، اچھے افراد ہمیشہ اقلیت میں ہوتے ہیں جبکہ حکومت اور اپوزیشن دونوں میں شامل لوگوں کا ہمیشہ یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ اس ملک اور قوم میں ان سے اچھا کوئی شخص موجود نہیں تھا جسے عوام کی اکثریت کی تائید حاصل ہوتی۔ حالانکہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عوام کی اکثریت تو اچھی نہ ہو لیکن ان کے نمائندے اچھے ہوں۔

1863ء میں لنکن نے جب عوام کی حکومت کی بات کی تھی تو اس کے ساتھ خدا کا نام بھی لیا تھا مگر اب لوگ خدا کا نام صرف ضرورت پڑنے پر لیتے ہیں ورنہ نہیں۔ گویا اس وقت امریکیوں کو خدا کی ضرورت تھی' لہٰذا انھوں نے In God we trust کا ماٹو اپنا لیا' مگر کام نکل گیا تو اب اس ماٹو کی حیثیت ویسی ہے جیسی ہمارے ہاں پاکستان کے سرکاری نام، ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کی ہے۔

جمہوریت کی اصل حقیقت معلوم ہونے کے باوجود جو لوگ پاکستان میں جمہوریت، جمہوریت کا راگ الاپ رہے ہیں، ان کی کیا مجبوری ہے، یہ بات فہم سے بالاتر ہے۔ اس لیے کہ پاکستان مغرب کی لادین جمہوریت کے نام پر وجود میں نہیں آیا تھا، نہ ہی یہاں کے عوام ایسے کوئی جمہوریت کے دلدادہ واقع ہوئے ہیں کہ انھیں اطمینان دلائے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ رہے امریکہ اور برطانیہ، تو جب ہم ان کے بے دام غلام ٹھہرے تو انھیں اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ یہاں جمہوریت ہے یا کچھ اور ہے۔ اس لیے محسوس یہ ہوتا ہے کہ ہمارے حکمران طبقہ کے پاس جمہوریت کا راگ الاپنے کے سوا کرنے کا کوئی کام ہی نہیں کیونکہ کام کرنا یا نہ کرنا تنخواہ دار طبقہ کا کام ہے، نہ کہ حکمران طبقہ کا۔ لہٰذا یہ بحث کرتے رہنا ان کی مجبوری ہے کہ یہاں جمہوریت ہے، یہاں جمہوریت نہیں ہے' تاکہ وہ مصروف دکھائی دیں۔ مگر کسی کو یہ پوچھنے کی نہ فرصت ہے، نہ ضرورت کہ جمہوریت جمہوریت کی رٹ لگا کر کیوں ہمارا دماغ چاٹ رہے ہو۔ اس لیے کہ فرد کا یہ مسئلہ ہی نہیں۔

البتہ بعض افراد ایسے ضرور ہوتے ہیں جو
ع سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے، کے مصداق
اس فکر میں سرگرداں رہتے ہیں کہ کیسے افراد کو جمع کر کے ایک منظم قوت کی شکل دی جائے تاکہ وہ ظلم اور استحصال کے خلاف مزاحمت کر سکیں مگر پوری تاریخ انسانی میں صرف ایک دفعہ اس میں کامیابی ہوئی ہے، کسی عام فرد کے ذریعے نہیں، ایک اولاالعظم پیغمبر کے ذریعہ۔ تاہم جیسا کہ شروع میں ذکر کیا ہے ایک مرتبہ پھر ہزاروں کی تعداد میں مسلمان نوجوان ظلم اور استحصال کے خلاف بے پناہ مصائب برداشت کر رہے ہیں، مشقتیں جھیل رہے ہیں اور میدان میں آ کر جانیں دے رہے ہیں جس سے یہ امید پیدا ہوتی ہے کہ ظلم اور استحصال پر مبنی یہ دور عنقریب ختم ہو گا۔ ان شاء اللہ! لہٰذا جسے بھی اللہ نے کسی درجہ میں نیکی اور بدی میں تمیز کا شعور دیا ہے وہ عملاً کچھ نہ بھی کر سکے تو کم از کم ان لوگوں کی کامیابی کے لیے دعا تو ضرور کرے جو بے سروسامانی کے عالم میں جبر واستبداد کے خلاف نبرد آزما ہیں۔

✿✿✿✿✿

✿✿ ضرورت رشتہ ✿✿

بیٹی' عمر 24 سال' قد 5 فٹ 6 انچ' سافٹ ویئر انجینئر کے لئے دینی مزاج کے حامل اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین خود رجوع کریں۔

برائے رابطہ: 042-5418066

دعائے مغفرت

☆ ناظم شعبہ نشر واشاعت حلقہ لاہور شیخ نوید احمد صاحب کی والدہ محترمہ جمعہ 5 ذوالحجہ کو انتقال کر گئیں۔

رفقاء واحباب سے ان کے لیے دعائے مغفرت اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دُعا کی درخواست ہے۔

اللھم اغفرلھا وارحمھا وادخلھا
فی رحمتك و حاسبھا حسابا یسیرا

الجزائر‘ سلطنتِ عثمانیہ کے بعد

سید قاسم محمود

اسلامی احیائی تحریکوں کی تاریخ کا آغاز ”ندائے خلافت“ کے شمارے بابت 7 نومبر 2002ء سے ہوا تھا اور قسط نمبر 127 تک ہم سوڈان میں ڈاکٹر حسن ترابی کے احوال و افکار بیان کر چکے تھے‘ کہ بوجوہ درمیان میں موجودہ بین الاقوامی حالات کے باعث صلیبی جنگوں کی تاریخ سے گزرنا پڑا۔ صلیبی جنگوں کی یہ مختصر تاریخ 47 قسطوں میں 2006ء کے آخری شمارے پر ختم ہوئی۔ اب احیائی تحریکوں کی تاریخ کا سلسلہ وہیں سے جوڑا جا رہا ہے‘ جہاں سے ملتوی ہوا تھا۔ قارئین کی سہولت اور یاد دہانی کے لیے سامنے کے صفحے پر پچھلی تمام 127 قسطوں کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔

مصر سے لے کر الجزائر تک سارا شمالی افریقہ سولہویں صدی میں سلطنتِ عثمانیہ کا ایک حصہ بن چکا تھا۔ صرف مراکش ایک ایسا ملک تھا جس پر عثمانی ترکوں کا اقتدار قائم نہ ہو سکا۔ اگرچہ وہاں کی انتظامی‘ فوجی اور ثقافتی زندگی پر ترکوں کے گہرے اثرات پڑے۔ شمالی افریقہ کے ان ملکوں میں سب سے پہلے الجزائر ترکوں کے ہاتھ سے نکلا اور سب سے آخر میں لیبیا نکلا۔

الجزائر پر ترکوں کا قبضہ 1553ء سے 1830ء تک رہا۔ الجزائر نے اپنی موجودہ شکل اسی زمانے میں اختیار کی اور شہر الجزائر کے نام پر پورے ملک کا نام الجزائر پڑا۔ یہاں جو ترک گورنر مقرر کیے جاتے تھے‘ وہ پہلے ”بے“ کہلاتے تھے پھر اُن کو داعی یا دے کہا جانے لگا۔ یہ گورنر رفتہ رفتہ بابِ عالی کے اثر سے آزاد ہوتے گئے اور سترھویں صدی میں عملاً خود مختار ہو گئے۔ لیکن الجزائر کے یہ تمام حکمران عثمانی سلطنت کی بالادستی کو تسلیم کرتے تھے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب شمالی افریقہ کے تین ملکوں تیونس‘ الجزائر اور مراکش کے ساحلی علاقوں میں ان بحری مہم بازوں کو عروج حاصل ہوا جن کو یورپ کی تواریخ میں ساحل بربر کے ”بحری قزاق“ لکھا جاتا ہے۔ الجزائر ان سمندری مہم بازوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ مشہور ترک امیر البحر خیر الدین باربروسہ شروع میں ایک بحری قزاق ہی تھا اور وہی ترکوں کے تحت الجزائر کی پہلی حکومت کا بانی تھا۔

الجزائر میں اسلام کا ظہور

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ الجزائر کو فرانس کی غلامی میں دینے سے پہلے اِس ملک میں ظہورِ اسلام سے لے کر مغرب کی غلامی میں جانے کے واقعات اختصار سے بیان کر دیے جائیں۔ ساتویں صدی عیسوی میں حضرت عمر فاروقؓ کے زمانۂ خلافت میں داعیانِ اسلام نے شمالی افریقہ کو بازنطینی (رومی) سلطنت کے جبر و تشدد سے نجات دلائی تھی۔ مسلمانوں کے سپہ سالار عقبہ بن نافع نے قیروان کی بنیاد رکھی۔ پھر تھوڑی سی فوج لے کر لشکر جرار کی طرح نکلا اور پورے مغرب کو روندتا ہوا ساحل اوقیانوس پر پہنچ گیا۔ بربر قبائل نے بخوشی اسلام قبول کیا اور انہوں نے سپین پر حملے کے وقت عربوں کا ساتھ دیا۔ حضرت عقبہ بن نافع کا مقبرہ الجزائر کے شہر بسکرہ میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں الجزائر کی حکومت بنو اغلب کے ہاتھ آئی۔ نویں صدی میں فاطمی اقتدار کی داغ بیل پڑی۔ دسویں صدی میں بنو زیدی فاطمیوں کے سب سے مفید اور کار آمد آلۂ کار بن گئے۔ فاطمیوں کے پہلے گورنر یوسف ابن زیری نے 972ء میں مکمل خود مختاری حاصل کر لی۔ اُس کے پوتے بادلیس کے عہدِ حکومت میں اُس کے چچا حماد نے الجزائر میں ایک نئے خاندان کی حکومت قائم کی‘ جس نے ”بنو حماد“ کے نام سے عرصے تک حکمرانی کی۔ اُس زمانے میں مذہبی اصلاح کی تحریک ”المرابطہ“ کے نام سے چل پڑی۔ گیارھویں صدی میں 1087ء تک مرابطیوں نے شمال میں الجزائر سے لے کر جنوب میں سینیگال تک وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا‘ حتیٰ کہ مرابطیوں نے اسپین پر بھی اپنا تسلط قائم کر لیا۔

> سقوطِ غرناطہ کے بعد جو مسلمان پناہ گزین ہونے کے لئے بحری جہازوں پر سوار ہوتے‘ باربروسہ برادران انہیں اندلس کے ساحل سے افریقہ پہنچاتے اور اُن پر حملہ کرنے والے فرنگی جہازوں کو ڈبو دیتے تھے۔ اس بنا پر اہلِ مغرب نے اِن کا نام ”بحری قزاق“ رکھ دیا

محمد ابن تومرت نے 1170ء میں مذہبی اصلاح کی ایک اور تحریک شروع کی جو ”موحدون“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ موحدون نے اسلامی اندلس کو بھی اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ یوں انہوں نے اپنی سلطنت کے شہروں‘ خصوصاً تلمسان کو اندلس کے شاندار تمدن کی برکات سے مالا مال کر دیا۔

4 جنوری 1492ء کو اسپین کے عیسائیوں نے اندلس کی آخری سلطنت غرناطہ پر قبضہ کیا اور مسلمانوں کو اندلس سے نکالنے لگے۔ اس کڑے وقت میں جو مسلمان شمالی افریقہ میں پناہ گزین ہونے کے لیے جہازوں پر سوار ہو جاتے‘ اُن پر سمندر میں چھاپے مارے جاتے۔ ان مسلمانوں کی حفاظت و امداد میں جن مجاہدین نے جان کی بازی لگائی‘ اُن میں عروج اور اُس کے بھائی خیر الدین کو ممتاز درجہ حاصل ہے‘ جو تاریخ میں ”باربروسہ برادران“ کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ مسلمانوں کو اندلس کے ساحل اور جزیروں سے اٹھا اٹھا کر شمالی افریقہ بھی پہنچاتے اور اُن پر حملہ کرنے والے فرنگی جہازوں کو بھی ڈبو دیتے تھے۔ اس وجہ سے اہلِ مغرب نے اُن کا نام ”بحری قزاق“ رکھ دیا۔

سپین نے بندرگاہ الجزائر پر قبضہ کر لیا۔ بندرگاہ سے تقریباً تین سو گز کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ اس پر ہسپانوی فوج نے ایک مستحکم قلعہ بنا کر توپیں نصب کر دیں‘ جن کا رُخ بندرگاہ کی طرف تھا۔ عروج باربروسہ نے الجزائریوں کی درخواست پر اپنی حکمرانی کا اعلان کر دیا۔ اسپین والوں نے تلمسان کا محاصرہ چھ ماہ تک جاری رکھا۔ عروج کی شہادت کے بعد خیر الدین باربروسہ نے شہید بھائی کا منصب قیادت سنبھال کر مفتوحہ علاقے سلطان ترکی کے حوالے کر دیے۔

عثمانی سلاطین نے پاشاؤں کو گورنر بنا کر بھیجنا شروع کر دیا‘ جن کی میعاد صرف تین سال ہوتی تھی۔ آخر میں مختلف جیوش کے سالار جنہیں ”آغا“ کہتے تھے خود اپنے ہی حاکمِ اعلیٰ چننے لگے‘ جس کا لقب ”بے“ قرار پایا۔ اِن عثمانی گورنروں ”بے“ کے تحت شمالی افریقہ کے تمام صوبے الجزائر سمیت خود مختار ہوتے تھے۔

یہ حالات تھے جب فرانسیسی سامراج کے منحوس سایے نے الجزائر کی فضا تاریک کر دی‘ اور فرانس کے استعمار کے خلاف امیر عبدالقادر الجزائری نے علمِ بغاوت بلند کیا۔

(جاری ہے)

تاریخ تحریکات احیائے اسلام: ایک نظر میں...... سابقہ 127 اقساط کا آئینہ

1- احیائی تحریکوں کا تعارف
2- چند اصطلاحات ۔ ہجری و عیسوی تقویم
3- امتِ مسلمہ کا عروج و زوال
4 مجدد الف ثانی کا زمانہ
5- اکبر کا عبادت خانہ
6- مجدد الف ثانی کے حالات
7- جہانگیر کا مذہب
8- جہانگیر کے مذہب کا دوسرا رخ
9- مجدد الف ثانی کا حیات نامہ
10- مجدد الف ثانی کا اصلاح پروگرام
11- مجدد کی گرفتاری اور سزا
12- قید خانے میں دعوت و تبلیغ
13- مجدد کا اصل تجدیدی کارنامہ
14 شاہ ولی اللہ کا زمانہ
15- شاہ ولی اللہ کا حیات نامہ
16- شاہ ولی اللہ کے چند قدر شناس
17- شاہ ولی اللہ کی تنقیدی تحریک
18- شاہ ولی اللہ کی تجدیدی تحریک
19- شاہ ولی اللہ کی معاشی تحریک
20- شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک
21- شاہ ولی اللہ کی جماعت
22 سید احمد شہید کا حیات نامہ
23- جہادی تحریک کی ضرورت
24- شاہ عبدالقادر کا حجرہ
25- سید صاحب کے تبلیغی دورے
26- سید احمد شہید کا سیاسی ماحول
27- مغربی سامراج کا تسلط
28- بنگال میں احیائے اسلام
29- فرائضی تحریک
30- تیتو میاں کی تحریک
31- مسلمانِ ہند کی پہلی عوامی تحریک
32- شاہ اسماعیل شہید
33- سید احمد اور شاہ اسماعیل کا اسلوبِ کار
34- جہاد کا اعلان نامہ
35- میدانِ کارزار اور شہادت
36- تحریکِ جہاد کا اصل مقصد
37- تحریکِ جہاد اور مسلمانوں کے مختلف طبقے
38- تحریک ایک نئے دور میں
39- سرحد کیوں مرکزِ جہاد بنایا گیا؟
40- سید احمد شہید کی سیاسی فراست
41- تحریکِ جہاد کا اصل مقصد
42- تحریکِ جہاد کے عقائد و نظریات
43- سید احمد کی جماعت
44 سن ستاون کا پس منظر
45- سن ستاون میں اقتصادی حالات
46- مغل دربار کے اندرونی حالات
47- ''اسبابِ بغاوت ہند''
48- پُراسرار روٹیاں اور کنول کا پھول
49- دس مئی کو طوفان کی آمد
50- جنگِ آزادی کا آخری معرکہ
51- علمائے کرام کا فتویٰ
52- مولوی محمد جعفر تھانیسری
53- مولوی محمد جعفر تھانیسری (ii)
54- مولانا فضل حق خیرآبادی
55- حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
56- مولانا رحمت اللہ کیرانوی
57- مولانا محمد قاسم نانوتوی
58- مولانا رشید احمد گنگوہی
59- جنگِ آزادی کی شکست کے اسباب
60- تحریک خدام کعبہ
61- خدام کعبہ کا نصب العین
62- انگریزی حکومت کے شکوک و شبہات
63- سن ستاون کی جنگِ آزادی کے اثرات
64 تحریک ریشمی رومال
65- اسبابِ تحریک ریشمی رومال
66- تحریک کی منصوبہ سازی
67- گورنر حجاز سے شیخ الہند کی ملاقات
68- شیخ الہند کی تلاش
69- اصل ریشمی رومال
70- تحریک کی ناکامی کے مجرم
71 تحریک خلافت کا پس منظر
72- ہندوؤں اور انگریزوں کے متعصبانہ رویے
73- گاندھی جی کا رویہ
74- پہلی جنگ عظیم اور خلافتِ عثمانیہ
75- خلافت کانفرنس
76- خلافت کمیٹی کے قیام کا پس منظر
77- خلافت کانفرنس اور نیشنل کانگرس کا اشتراک
78- علی برادران کی گرفتاری
79- تحریکِ خلافت اور تحریکِ آزادی
80- تحریکِ خلافت کی ناکامی
81 انڈونیشیا کی احیائی تحریکیں
82- انڈونیشیا میں ابتدائی تحریکیں
83- انڈونیشیا میں تحریکِ آزادی
84- انڈونیشیا میں اسلامی تحریک
85- انڈونیشی مسلمانوں کی پہلی مؤتمر
86- انڈونیشیا کی تجدیدی تحریک
87- انڈونیشیا کی دینی جماعتیں
88- مجلس شوریٰ مسلمی انڈونیشیا (ماشومی)
89- ماشومی کے اہم ادارے
90 ملائیشیا کے مسلمان
91- ملائیشیا کی احیائی تحریکیں
92 تحریک پان اسلامیت
93- سید جمال الدین افغانی
94- سید جمال الدین افغانی (ii)
95- حکومتِ برطانیہ اور جمال الدین افغانی
96- جمال الدین افغانی ایران میں
97- جمال الدین افغانی کا سفر لندن
98- مفتی محمد عبدہٗ
99- مفتی محمد عبدہٗ کے مضامین
100- مفتی محمد عبدہٗ اور احیائے اسلام
101- سید محمد رشید رضا
102- رشید رضا کی تفسیر ''المنار''
103 تحریک اخوان المسلمون
104- اخوان کی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز
105- اخوان کی جدوجہد کا نیا دور
106- شیخ حسن البنا کی شہادت
107- فوجی انقلاب اور اخوان المسلمون
108- زینب الغزالی: مسلمات کی لیڈر
109- جمال عبدالناصر اور اخوان المسلمون
110- حسن بن اسماعیل الہضیبی
111- سید قطب تختہ دار پر
112- سید قطب کے انکشافات
113- سید قطب شہید کی آپ بیتی
114- سید قطب شہید اور تحریکِ اسلامی
115- سید قطب شہید کی ڈائری
116- مصر سے باہر کے ''اخوان''
117- سید قطب کی ڈائری
118- شیخ عمر تلمسانی
119- شیخ عمر تلمسانی کی جدوجہد
120- جسٹس عبدالقادر عودہ شہید
121- سید محمد حامد ابوالنصر
122 لیبیا کی سنوسی تحریک
123- سنوسی تحریک: اغراض و مقاصد
124- سنوسی تحریک: اثرات
125 سوڈان کی مہدیہ تحریک
126- سوڈان: اسلامائزیشن کی راہ پر
127- ڈاکٹر حسن ترابی

وہ کہتے ہیں کہ سال اچھا ہے

سید محمد معاویہ بخاری

عیسوی کیلنڈر کے اعتبار سے 21 ویں صدی کا چھٹا برس 2006ء اپنے اختتام کو پہنچ چکا ہے۔ نئے سال کی آمد پر روشن خیال طبقہ کے جیالے سپوتوں نے نئے سال کی خوشیاں اپنے ڈھنگ سے منائیں۔ پانچ اور سات ستارہ ہوٹلوں' محل نما بنگلوں' کوٹھیوں اور دیگر کئی پرائیویٹ وسرکاری خفیہ وعلانیہ مقامات پر ام الخبائث کے انبار لگائے گئے۔ رقص وموسیقی کے ہیجان انگیز پروگرام ہوئے۔ نامور میوزیکل گروپوں کی منہ مانگے داموں بکنگ کی گئی۔ 31 دسمبر کی ان ٹھٹھرتی ساعتوں ہمیشہ کی طرح گھڑیالوں کی سوئیوں نے 12 بجے پر جا کر چند ساعتیں توقف کیا اور پھر طوفان بدتمیزی کا آغاز ہوا۔ جگمگاتے قمقموں کی روشنیاں گل ہوتے ہی نشے میں جھولتے مدہوش لوگ بھول گئے کہ ان کی دراز دستیوں کی زد میں کس کا دامن ہے۔ خودفراموشی میں ایک ایسے شیطانی کھیل کا آغاز ہوا جس کی تفصیلات بھی نوک قلم تک نہیں لائی جاسکتیں۔ یہ جشن اس وقت برپا ہوا جب حرماں نصیب قوم کا تقریباً نصف حصہ آہوں' سسکیوں' محرومیوں' بے چارگیوں اور بھوک و افلاس میں مبتلا ہے۔ نودولتیوں کی خرمستیوں بھری چنگھاڑوں میں کسی کو یاد نہیں رہا کہ سال گزشتہ میں وطن عزیز میں کتنے بدنصیب صاف پانی کی ایک بوند کو ترستے رہ گئے۔ کتنے معصوم ایک لقمہ تر بھی حلق سے نہیں اتار سکے۔ کسی کو اندازہ نہیں ہوا کہ تباہ کن زلزلہ سے اجڑ جانے والوں نے یہ سال بھی کن اذیتوں اور مصیبتوں میں گزار دیا۔ مدہوش اشرافیہ کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہوا کہ ان کی لوٹ مار کے متاثرین کی تعداد کتنے ہندسوں میں ظاہر ہونے لگی ہے۔ حکمران پوری قوم کو اس بے ہوشی ومدہوشی میں ناچتے گاتے ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں ڈر ہے کہ اگر فرزندان قوم کی آنکھیں روشن خیالی کی چندھیاہٹ سے ذرا بھی ہٹیں تو دردیدہ بدن حقیقتوں کے کریہہ منظر انہیں ہوش میں لے آئیں گے۔ وہ سراب جیسی زندگی سے بے زاری کا اعلان کرتے ہوئے حکمران قبیلہ کے لیے وبال جان بن جائیں گے۔

قوم کی اکثریت انگریزی اخبارات وجرائد میں شائع ہونے والی مالیاتی اسکینڈلوں پر مشتمل رپورٹیں کہاں پڑھتی ہے۔ بے آب وگیاہ ویرانوں میں بھٹکتے اور زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم اہلیان وطن تو اردو خوانی سے بھی محروم ہیں' اس لیے انہیں کبھی معلوم نہیں ہوسکتا کہ خوشحالی کے کتنے پانی بھرے بادل کہاں اور کن بستیوں پر جا برستے ہیں۔ انہوں نے تو ہیومن رائٹس کمیشن کی سال 2006ء کی وہ رپورٹ بھی کہاں دیکھی ہوگی جس کے مطابق جنوری سے ستمبر 2006ء کے عرصہ میں غربت کے ہاتھوں تنگ 5800 افراد نے خودکشی کرلی۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ تحفظ حقوق نسواں بل پاس کرانے والی حکومت کے ''عہد روشن خیال'' میں 2700 خواتین کی بے حرمتی کے واقعات رونما ہوئے اور تمام تحفظات سے محروم 2100 نابالغ بچے جنسی درندوں کی ہوس کا شکار ہوگئے۔ (جنگ' 18 دسمبر 2006ء)

سال کی آخری ساعتوں میں قوم کے لیے یہ جاننا کتنا تکلیف دہ ہوگا کہ 1999ء میں بدعنوانی کے اعتبار سے 187 ویں نمبر پر رہنے والا ملک ''پاکستان'' اب گڈ گورننس کے عہد شباب میں 143 ویں نمبر پر آچکا ہے۔ ایک اخباری سروے رپورٹ کے مطابق 2006ء کے دوران مہنگائی میں ریکارڈ اضافہ ہوا۔ عوام چیختے اور حکمران صرف دعوے کرتے رہ گئے۔ سال کے اختتام پر صورتحال یہ ہے کہ ضروریات زندگی کم وبیش ناقابل رسائی ہوچکی ہیں۔ یوٹیلٹی اسٹورز کی سہولت اور سستا راشن اسکیم کا بے مثال تماشا بھی ناکامی سے دوچار ہے۔ سرکاری عملہ نے سستی اشیاء دکانداروں کو بیچ کر اپنی جیبیں بھر لیں اور دن بھر لمبی قطاروں میں رسوا ہونے والے عوام کا پرسان حال کوئی نہ تھا۔ پیٹ کا دوزخ بھرنے کی فطری مجبوری میں جکڑے لوگ 72 روپے کلو دالیں' 52 روپے کلو بیسن' 50 روپے کلو ٹماٹر' 40 روپے کلو پیاز' 50 روپے درجن انڈے' عام کوالٹی کا گھی 72 روپے کلو اور نامور برانڈ 80 روپے کلو میں خریدنے پر مجبور ہیں اور عیدالاضحیٰ کے تحفے کے طور پر تیل وگھی کی فی کلو قیمت میں 7 روپے کا اضافہ کیا گیا۔

> **نئے سال کی آمد پر نودولتیوں کی خرمستیوں بھری چنگھاڑوں میں کسی کو یاد نہیں رہا کہ سال گزشتہ میں وطن عزیز میں کتنے بدنصیب صاف پانی کی ایک بوند کو ترستے رہ گئے۔ کتنے معصوم ایک لقمہ تر بھی حلق سے نہیں اتار سکے**

بین الاقوامی مارکیٹ میں پام پروڈکٹس کی قیمت 650 ڈالر ٹن پہنچنے کے بعد پاکستان میں 16 کلو کے کنستر میں 75 روپے اضافہ کیا گیا ہے۔ سبز مرچیں جو کبھی کلو بھر سبزی کے ساتھ دکاندار مٹھی بھر مفت دے دیا کرتے تھے اب 40 روپے کلو جبکہ پسی ہوئی لال مرچ جس کی ملاوٹ کے ثبوت اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں' 80 روپے کلو فروخت ہورہی ہے۔ مزید اعلان ہوا ہے کہ گیس کی قیمتیں بڑھائی جارہی ہیں۔

ہمیشہ کی طرح اس سال بھی عیدالاضحیٰ منانے والا متوسط طبقہ قربانی کے ثواب سے محروم رہا۔ قربانی کے جانور ناقابل یقین حد تک مہنگے اور قوت خرید سے باہر تھے۔ گائے کا حصہ جو گزشتہ برس 2200 سے لے کر 2600 سو تک مقرر تھا' اس عید پر اس حصے کی مالیت 3000 سے تجاوز کرگئی' لیکن ''ظل الٰہی'' فرماتے ہیں کہ ہم نے مہنگائی کو ریورس گیئر لگا دیا ہے۔ کاش وہ حقائق تسلیم کرسکتے کہ اقتدار وسیاست پر تسلط باقی رکھنے کے لیے رچائے جانے والے کھیل کے انہماک نے حکومتی مشینری کی توجہ دو وقت کی روٹی کے لیے ہلکان ہوتی مخلوق سے ہٹا دی ہے اور ایسا کسی اتفاق کی بدولت نہیں ہوا بلکہ یہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کا حصہ ہے' عوامی غم وغصہ کو حکومت مخالف کسی تحریک میں تبدیل ہونے سے بچانے کے لیے ہی گراں فروشی کی اسکیم آغاز کی گئی ہے۔ حکومت کی کامیابی اور اپوزیشن جماعتوں کی ناکامی کا دارومدار عوام کی الجھن بھری زندگی پر ہی ہے۔

عالمی منصوبہ سازوں کا یہ وار ہمیشہ ہی انتہائی کارگر ثابت ہوا ہے کہ اپنے مہروں کی کامیابی یقینی بنانے اور عوام کو حکومت مخالف تحریکوں سے دور رکھنے کے لیے انہیں روزی روٹی کے چکر میں بری طرح الجھا دیا جائے۔ گڈ گورننس کے گزشتہ برسوں کی طرح 2006ء کی حکومتی کارکردگی میں بھی یہی پہلو نمایاں رہا۔ اپوزیشن جماعتیں باوجود ناقص حکومتی کارکردگی اور مسائل کی موجودگی کے بھی عوام کو احتجاج کے لئے صرف اس لیے مجتمع نہیں کرسکیں کہ لوگ حصول رزق کی دوڑ میں بھاگتے اور اشیائے ضروریہ کی فراہمی کی تگ ودو کرتے نڈھال ہوئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ''ظل الٰہی'' سمیت ان کے فرمانبردار ہرکارے مطمئن ہیں کہ طول اقتدار کی منصوبہ بندی بہرحال کامیاب ہورہی ہے۔

لگتا یہ ہے کہ 2007ء میں بھی اہل وطن خوشحالی کے دعوؤں پر مبنی تیز دھار معاشی پالیسیوں سے ہی قتل ہوتے رہیں گے اور حکومتی کارندے ورلڈ بینک' آئی ایم ایف' ایشین ڈویلپمنٹ بینک کے ماہر اقتصادی نجومیوں کی پیشین گوئیاں اگلے انتخابات کے انعقاد تک اپنی کارکردگی کے طور پر عوام کو سناتے رہیں گے کہ یہ سال بھی ملکی وقومی ترقی وخوشحالی کا سال ہوگا۔

(بشکریہ روزنامہ ''اسلام'')

☆ مجھ سے گزشتہ عمر میں بے شمار نمازیں چھوٹ گئیں' میں کیا کروں؟ ☆ قصر نماز کے لئے کم از کم فاصلہ کتنا ہے؟

☆ کیا کیسٹ کے ذریعے تلاوت قرآن کریم سننے کا ثواب ملتا ہے؟

☆ کیا کاروبار کے لئے بنک سے اس صورت میں قرض لیا جا سکتا ہے جبکہ کاروبار نا کام ہونے کی صورت میں قرض معاف ہو جاتا ہو؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: کیا کاروبار کے لئے بنک سے اس صورت میں قرض لیا جا سکتا ہے جبکہ کاروبار نا کام ہونے کی صورت میں قرض معاف ہو جاتا ہو؟ (نعیم احمد)

ج: کاروبار کے لیے کسی ایسے بنک سے قرض لینا جو سود کی بنیاد پر کاروبار کرتا ہو' جائز نہیں۔ کاروبار کی ناکامی کی صورت میں قرض معاف ہو جانے سے بنک کے سودی لین دین کی حیثیت متاثر نہیں ہوتی۔ تمام قرضوں میں رسک کا عنصر ہوتا ہے۔ جب آپ کسی کو کچھ رقم قرض دیتے ہیں تو یہ خطرہ ہمیشہ رہتا ہے کہ آپ اپنی رقم سے محروم ہو جائیں گے۔ البتہ اگر آپ اسلامی تعلیمات کے مطابق قرض لیں یا دیں گے تو اجر پائیں گے۔ بہر حال ایک نا قابل ادا قرض کو معاف کر دینے کی سہولت سے سودی لین دین جائز نہیں ہو سکتا۔

س: میں نے اپنے دوست سے جھگڑے کے بعد فیصلہ کر لیا کہ آئندہ اس سے ہرگز بات نہ کروں گا' کیا میرا یہ طرز عمل درست ہے؟ (وسیم عباس)

ج: کسی کے عمل کو ذاتی انا اور تکبر کے تابع نہیں ہونا چاہیے۔ اسلام کی رُو سے یہ جائز نہیں کہ دو اسلامی بھائیوں کے درمیان بات چیت تین دن سے زیادہ عرصے کے لئے بند رہے۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ماحول کو خوشگوار رکھنے کے لئے ان سے صلح کر لیں۔ اگر غلطی دوسرے صاحب کی ہے تو انہیں معاف کر دیں' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر دو مسلمان بھائیوں میں بول چال بند ہو تو وہ فرد بہتر ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

س: کیا کیسٹ کے ذریعے تلاوت قرآن کریم سننے کا ثواب ملتا ہے۔ کیسٹ پر تلاوت چلا کر شیطان کو بھگایا جا سکتا ہے؟ (غفور)

ج: مسلمانوں کی زندگیوں میں قرآن کریم کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی موجود ہے۔ لہٰذا اسے احتیاط سے پڑھنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا چاہیے۔ کیسٹ چلا کر شیطان کو دور بھگانے کے حوالے سے حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔ البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ کیسٹ سے تلاوت قرآن سننے والا اجر و ثواب کا مستحق ہے اور اگر سننے والا کیسٹ پر چلنے والی تلاوت کے معانی بھی ساتھ سمجھ رہا ہو تو اس کا یقیناً اس شخص کو فائدہ ہوگا۔ یا پھر کیسٹ پر آیات کا ترجمہ اور تشریح بیان ہو رہی ہو تو ظاہر ہے کہ غور سے سننے والے کی زندگی پر اِس کے اثرات ضرور مرتب ہوں گے۔ اس کے اجر کا تناسب بھی اسی قدر زیادہ ہوگا' جتنا وہ ان قرآنی احکام پر عمل کرتا چلا جائے گا۔

س: QTV پر ایک عالم سے سنا کہ جس شخص کے فرائض پورے نہ ہوئے ہوں' اُس کے نوافل قبول نہیں کئے جائیں گے۔ اب میں کیا کروں' مجھ سے گزشتہ عمر میں بے شمار نمازیں چھوٹ گئیں' کیا میں اُن کی قضا پڑھوں یا صرف استغفار کروں۔

(آمنہ عبدالباسط)

ج: اس بارے میں علماء کے دو مؤقف ہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ جو فرض نمازیں زمانۂ جاہلیت میں چھوٹ گئی ہوں' ان کی قضا یا قضائے عمری کا کوئی تصور قرآن و سنت میں موجود نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس میں مشقت کا پہلو بھی ہے۔ فرض کریں ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے 50 سال کی عمر میں ہدایت دی تو کیا اس کے لیے 40 سال کی نمازوں کی قضاء واجب ہے؟ شریعت انسان کو اسی چیز کا مکلف ٹھہراتی ہے جو اس کی استطاعت میں ہے۔ اس لیے ایسے شخص کے لئے صحیح طرز عمل یہ ہے کہ وہ اپنے اس گناہ کبیرہ پر سخت نادم اور شرمندہ ہو' اللہ تعالیٰ سے کثرت سے توبہ و استغفار کرے اور نفل نماز کثرت سے پڑھے' کیونکہ احادیث میں آتا ہے کہ فرائض میں کمی کی صورت میں اس نفل نماز کو قیامت کے دن فرائض بنا کر اس کمی کو پورا کر لیا جائے گا۔ ہاں اس گروہ کے بعض فقہاء نے البتہ اس بات پر بحث کی ہے کہ کم از کم کتنی نمازیں رہ جائیں تو ان کو لوٹا لینا چاہیے۔ جمہور علماء کا موقف یہی ہے کہ اگر ایک دن کی نمازیں ہوں یعنی پانچ نمازیں تو ان کو لوٹا لے اور اگر اِس سے زائد ہوں تو پھر توبہ و استغفار کرے اور اللہ سے بخشش کی امید رکھے۔

جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ یہ شخص نماز پڑھنے کا مکلف تھا' لہٰذا صرف توبہ و استغفار سے معافی نہیں ہوگی۔ اس کو یہ تمام نمازیں لوٹانا ہوں گی۔ احناف کا مسلک اور فتویٰ یہی ہے۔

س: قصر نماز کے لئے کم از کم فاصلہ کتنا ہے؟ اگر کوئی آدمی اپنے گھر سے دور ہو اور اپنے والدین کو ملنے کے لئے جائے مگر اُس کا پندرہ دن تک ٹھہرنے کا ارادہ ہو' تو وہ کیا کرے' آیا قصر کرے' یا پوری نماز پڑھے؟ (محمد عقیل)

ج: پہلے مسئلے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اِس بارے میں ابن منذر نے علماء کے 20 اقوال نقل کیے ہیں۔ امام شافعی امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اگر 48 میل یا اس سے زائد سفر ہو تو نماز قصر کی جا سکتی ہے' جبکہ احناف کے نزدیک 54 میل یا اس سے زائد کا سفر ہو۔ بعض محدثین کے نزدیک 9 میل کا سفر ہو تو قصر کی جا سکتی ہے' جبکہ ظاہریہ اور بعض محققین مثلاً ابن قیم وغیرہ کے نزدیک ہر سفر میں قصر کی جا سکتی ہے چاہے وہ ایک میل کا ہی کیوں نہ ہوں۔

دوسرے مسئلے کے بارے میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک اگر کسی جگہ آدمی کا 15 دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پھر قصر نہیں کرے گا۔ اگر اس سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو' تو قصر کرے گا۔ جبکہ شوافع اور مالکیہ کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جگہ 4 دن ٹھہرنے کا ارادہ کرے گا تو پوری نماز پڑھے گا' اور اگر اس سے کم ارادہ ہو تو قصر کرے گا۔ حنابلہ کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جگہ میں 20 نمازوں جتنی مدت تک ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو وہ پوری نماز پڑھے گا اگر اس سے کم کا ارادہ ہو تو قصر کرے گا۔ بعض ظاہریہ اور محققین مثلاً ابن قیم وغیرہ کا موقف ہے کہ انسان جتنے دن بھی قیام کرے گا چاہے' کئی ماہ یا سال کیوں نہ ہو' وہ مسافر کے حکم میں ہوگا اور قصر کرے گا۔ اس اختلاف کی صورت میں آپ اپنے مسلک کے علماء کے فتویٰ کے مطابق عمل کریں۔ دوسرے شہروں میں ملازمت کرنے والے حضرات اپنے آبائی گاؤں یعنی والدین کے گھر میں مقیم ہی شمار ہوں گے' مسافر نہیں ہوں گے۔ لہٰذا پوری نماز پڑھیں گے۔

س: کیا زندگی بچانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے؟ (نواز احمد)

ج: یہ اضطراری کیفیت ہے۔ اس حالت میں آدمی جھوٹ بول سکتا ہے۔

کالم "تفہیم المسائل" میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

حلقہ پنجاب وسطی کا ٹوبہ میں دعوتی خطاب پروگرام

امیر حلقہ پنجاب وسطی جناب مختار حسین فاروقی اپنے ماہانہ دعوتی و تنظیمی پروگرام کے سلسلے میں ہر مہینے کے تیسرے جمعہ کو ٹوبہ تشریف لاتے ہیں۔ اب کی بار جب وہ ٹوبہ آئے تو اُن کی ایک نشست ڈسٹرکٹ بار ٹوبہ میں وکلاء سے ہوئی۔ جس میں سوال و جواب کے ذریعے نہایت مفید گفتگو ہوئی۔ بعد ازاں قاسمیہ مسجد فیض کالونی ٹوبہ میں خطاب جمعہ کے دوران فاروقی صاحب نے سورۃ البقرہ کے تیسرے رکوع کے حوالے سے عبادتِ رب کے موضوع پر گفتگو کی۔ نماز مغرب کے بعد گریس ہوٹل رجانہ روڈ ٹوبہ میں ان کا خصوصی خطاب ہوا۔ اِس پروگرام میں شمولیت کے لئے رفقائے تنظیم ٹوبہ نے کثیر تعداد میں پمفلٹ تقسیم کئے تھے۔ جبکہ ہوٹل کے مالک نے حسب سابق تمام انتظامات بلامعاوضہ کئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ ہوٹل میں ہونے والے اس پروگرام میں زیادہ تعداد پڑھے لکھے احباب کی ہوتی ہے۔

فاروقی صاحب نے ''ہمارے دینی فرائض'' کے موضوع پر نہایت سلیس انداز میں گفتگو کی اور بتایا کہ ہر مسلمان کے ذمے تین کام ہیں۔ 1۔ خود اللہ کا سچا بندہ بنے' 2۔ اسی بات کا پرچار کرے' اور' 3۔ اللہ کے دین کو غالب کرنے کی کوشش کرے۔ آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلے فریضہ کی ادائیگی کا تقاضا ہے کہ آدمی اپنی ذات پر اسلام نافذ کرے' یعنی اُس کی وضع قطع' چلنا پھرنا' اٹھنا بیٹھنا اور قول و فعل اسلام کے مطابق ہو۔ وہ اپنے گھر پر اسلام نافذ کرے' یعنی اُس کے گھر میں ستر و حجاب' شادی بیاہ اور موت مرگ کے سلسلے میں اسلامی احکامات نافذ ہوں۔ اُس کے ذرائع آمدنی جائز ہوں۔ یعنی وہ حلال پر اکتفا اور حرام سے اجتناب کرے۔ دیگر ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ قول و عمل سے دین کی گواہی دینا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کے دین کے غلبے کے لئے کسی جماعت سے منسلک ہوں۔ اور وہ جماعت ایسی ہو جس کا واضح مقصد اقامتِ دین ہو۔ اِس پروگرام کا اختتام دعا پر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دینی فرائض کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (مرتب: پروفیسر خلیل الرحمٰن)

منفرد اسرہ ہیڑ کر باٹھ میں ہونے والے دعوتی پروگرام کی روداد

منفرد اسرہ ہیڑ کر باٹھ کے نقیب عبید اللہ اعوان کی دعوت پر تنظیم کے ذمہ داران نے ہیڑ کر باٹھ کا دورہ کیا۔ اس دورہ میں مرکزی ناظم دعوت چودھری رحمت اللہ بٹر' مرکزی نائب ناظم دعوت محمد اشرف وصی اور حلقہ لاہور کی مقامی تنظیم چھاؤنی اور شالی نمبر 2 کے 10 رفقاء نے شرکت کی۔ یہ لوگ جمعہ کی صبح ہیڑ پہنچے۔ بھائی اشرف وصی نے تختہ سیاہ پر اسلام کی بنیادی اصطلاحات الٰہ' رب' عبادت اور جہاد پر موثر مذاکرہ کرایا۔ علاقہ کی تین بڑی مساجد میں خطبات جمعہ کا اہتمام بھی کیا گیا۔ چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب نے ''مطالبات دین'' کے موضوع پر جامع رحیمیہ احمد کالونی ہیڑ' اشرف وصی صاحب نے ''عبادت کا مفہوم'' پر مسجد حویلیاں کر باٹھ اور راقم نے ''سورۃ الفاتحہ کی عظمت'' کے حوالے سے دوڑانوالہ میں خطاب کیا۔

نماز عصر کے بعد عبید اللہ اعوان نے جناب اشرف وصی اور راقم کو علاقے کے دینی جذبہ رکھنے والے احباب سے متعارف کروایا۔ بعد نماز مغرب اشرف وصی صاحب نے دوڑانوالہ گاؤں کی مسجد میں ''اللہ کی بات ماننے کی ضرورت'' کو مؤثر انداز بیان کیا۔

نماز مغرب کے بعد پرانے رفقاء سے ذاتی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔

ہفتہ کو صبح نماز فجر کے بعد جامع مسجد ہیڑ میں رحمت اللہ بٹر صاحب نے ''حقیقت زندگی'' پر انتہائی جامع و موثر درس دیا۔ بعد نماز عشاء انہوں نے اسی موضوع کی مزید تشریح کی۔ بروز اتوار بعد نماز فجر اسی مسجد میں رحمت اللہ بٹر صاحب نے مطالبات دین پر روشنی ڈالی۔ اشرف وصی نے روزانہ چار گھنٹے انتہائی موثر طریقہ سے رضا کار رفقاء کی بذریعہ درس و مذاکرہ علمی و فکری تربیت کی۔ اُن کے تربیتی دروس میں احباب کو بھی مدعو کیا گیا لیکن احباب کی حاضری واجبی رہی۔

حلقہ لاہور کے رضا کار رفقاء ہفتہ کے روز بعد نماز عصر پانچ پانچ کے گروپوں کی صورت بازار میں گئے۔ انہوں نے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور اقامت دین کے فریضہ کے حوالے سے گفتگو کی۔ اس دوران ہیڑ کے مقامی تاجران میں پاکستان میں ''اسلامی انقلاب کیا' کیوں اور کیسے'' اور ''تنظیم اسلامی کی دعوت'' کے پمفلٹ بھی تقسیم کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی ان کوششوں کو قبول فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: حسن ظہیر)

حلقہ سندھ زیریں کے تحت کراچی میں شب بیداری

9 دسمبر 2006ء کو حلقہ سندھ زیریں کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کراچی میں ماہانہ شب بیداری کا انعقاد کیا گیا۔ شب بیداری کے پروگرام کا آغاز ساڑھے نو بجے شب ہوا۔ سب سے پہلے ڈاکٹر محمد الیاس نے ذوالحجہ کے پہلے عشرے کے فضائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان فرمایا۔

انجینئر نعمان اختر نے بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے لیکچر ''اسلام برصغیر پاک و ہند میں'' کا مطالعہ کرایا۔ اس لیکچر کا خلاصہ یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام پہلی مرتبہ محمد بن قاسم کے ذریعہ آیا مگر افسوس کہ وہ ایک سازش کا شکار ہو گئے جس کے نتیجے میں حجاج بن یوسف نے انہیں واپس بلوا کر شہید کروادیا۔ موجودہ پاکستان کے نصف جنوبی حصہ میں اس کا اثر ہوا۔ اسلام کا درود ثانی یہاں تین صدیوں بعد محمود غزنوی اور محمد غوری کے ذریعہ ہوا جس کا اثر موجودہ پاکستان کے نصف شمالی حصہ پر پڑا۔ بعد ازاں، یہ ماوراء النہر کے ذریعہ داخل ہوا۔ اس دور میں فقہ کا غلبہ رہا اور وجودی تصوف متعارف ہوا۔ حدیث سے لوگ عموماً نابلد رہے۔ طریقت کا عروج رہا جبکہ شریعت کا استخفاف ہوا۔

علی الصباح رفقاء کو تہجد و دیگر نفلی عبادات کے لئے بیدار کیا گیا۔ نماز فجر سے قبل شجاع الدین شیخ نے وضو کے مسائل بیان کئے۔ نماز فجر کے بعد امیر حلقہ نے چند امور پر گفتگو کے لئے حلقہ کے ارکان مجلس مشاورت کا ایک اجلاس طلب کیا' جو اکیڈمی کے دفتر میں منعقد ہوا۔

ناشتہ کے بعد انجینئر نوید احمد نے تحفظ حقوق نسواں ایکٹ کے حوالے سے گفتگو کی جس کا عنوان تھا: ''تحفظ حقوق نسواں ایکٹ کے پس پردہ مقاصد اور ہمارا لائحہ عمل''۔ انہوں نے اس ایکٹ کی منظوری کو دینی اعتبار سے پاکستان کا تیسرا بڑا سانحہ قرار دیا۔ پہلا سانحہ ایوب خان کی حکومت کا عائلی قوانین میں ترمیم اور دوسرا کچھ عرصہ قبل سود کے بارے میں شرعی عدالت کے فیصلہ کی تنسیخ تھا۔ انہوں نے تحفظ نسواں ایکٹ کو مغرب کے شرمناک ایجنڈا کی تکمیل کی جانب قدم قرار دیا۔ نیو ورلڈ آرڈر کے علمبرداروں نے سیاسی اور معاشی سطح پر کامیابی حاصل کرنے کے بعد اپنی سوشل انجینئرنگ اسکیم کو نافذ کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ اس سلسلے میں قاہرہ کانفرنس، بیجنگ کانفرنس اور بیجنگ پلس فائیو کانفرنسیں کی گئیں۔ ان کانفرنسوں میں جو قراردادیں منظور ہوئیں ان میں ہم جنس پرستی، زنا اور اسقاط حمل کو جائز قرار دینا، طوائفوں کو Sex worker قرار دینا، شوہر کے اپنی بیوی کے ساتھ اس کی مرضی کے خلاف جنسی تعلق کو Marital Rape قرار دینا، خواتین کو وراثت میں مساوی حق دینا، وغیرہ شامل تھا۔ شدید اندیشہ ہے کہ تحفظ حقوق نسواں ایکٹ کی منظوری کے بعد اگلا قدم مذکورہ بالا ایجنڈے کا بتدریج نفاذ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ کراچی کے دو جزیروں میں عیاشی کے اڈے قائم کئے جانے کا منصوبہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ حکمران بنیادی ضروریات کی چیزوں کی قیمتوں میں روز بروز اضافہ کر رہے ہیں' جبکہ سامان تعیش کے حصول کے ذرائع کو آسان بنایا جا رہا ہے تاکہ لوگ خوفناک حقائق سے آگاہ نہ ہو سکیں اور حکومت کے خلاف کسی تحریک کے بارے میں سوچنے کی انہیں فرصت ہی نہ ہو۔

آخر میں امیر حلقہ نے تنظیمی اعلانات کئے اور یوں یہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

تنظیم اسلامی کراچی شمالی کے زیر اہتمام تحفظ نسواں ایکٹ کے بارے میں آگاہی مہم

حلقہ کی ہدایت کے مطابق تنظیم اسلامی نارتھ کراچی کے امیر عبد العظیم نے عوام میں تحفظ حقوق نسواں ایکٹ اور اُس کے نتائج و عواقب کے بارے میں ایک ''ہفتہ آگاہی'' مہم کا آغاز کیا۔ اس مقصد کے لئے حلقہ کی جانب سے تحفظ نسواں بل کے تجزیہ پر مشتمل آٹھ ہزار کتابچے اور اس ایکٹ کے بارے میں ہفت روزہ ندائے خلافت کے خصوصی شمارے کے 1000 نسخے حاصل کئے گئے۔ بینرز اور پلے کارڈز بھی تیار کئے گئے۔

10 دسمبر کو رفقاء بعد نماز عصر تنظیم کے دفتر میں جمع ہوئے۔ رفقاء کے دو گروپ تشکیل دیئے گئے۔ ایک گروپ نے شادمان ٹاؤن اور بفر زون کے علاقہ میں اور دوسرے گروپ نے ناگن چورنگی سے یو پی موڑ کے علاقے میں کام شروع کیا۔ ناگن چورنگی چونکہ علاقے کی مصروف چورنگی

ہے لہٰذا وہاں یہ کتابچے کثیر تعداد میں تقسیم کیے گئے۔ اس کے بعد شفیق موڑ کی چورنگی پر بھی یہ کتابچے تقسیم کیے گئے اور چند ایک مقامات پر کارنر میٹنگز کی گئیں۔ یہ کام تو دوسرے گروپ نے کیا' جبکہ پہلے گروپ نے اپنے علاقے کی مساجد کے سامنے کارنر میٹنگز کیں اور کتابچے تقسیم کیے۔ اس طرح الحمدللہ' تقریباً تین ہزار کتابچے عوام میں تقسیم کیے گئے اور متعدد کارنر میٹنگز کی گئیں۔

اگلا پروگرام 15 دسمبر کو طے کیا گیا۔ ناظم چورنگی پر ٹریفک کے اژدہام کے پیش نظر طے کیا گیا کہ اپنی سرگرمیوں کو اسی جگہ پر مرکوز رکھا جائے۔ رفقاء نے مغرب کی نماز مسجد صدیق اکبر میں ادا کی اور کارنر میٹنگ کا اہتمام کیا۔ بعد ازاں وہ تقریباً نو بجے شب تک ناگن چورنگی پر نسواں ایکٹ کے تجزیہ پر مشتمل کتابچہ اور ندائے خلافت کا خصوصی شمارہ لوگوں میں تقسیم کرتے رہے۔ لوگوں میں اس بل کے بارے میں آگہی حاصل کرنے کا شوق موجود ہے' کیونکہ عوام عموماً اس موضوع کی باریکیوں سے واقف نہیں۔ ان کے سامنے ایک جانب حکومتی پروپیگنڈا ہے کہ یہ بل قرآن وسنت کے خلاف نہیں تو دوسری جانب علماء کا واضح موقف ہے کہ اس کی بعض شقیں قرآن وسنت کے یکسر خلاف ہیں۔ اس طرح عوام میں خاصا کنفیوژن پایا جاتا ہے۔ لہٰذا ان میں اس بارے میں تجسس موجود ہے۔ اللہ کرے کہ ہماری محنتوں سے ان کا کنفیوژن دور ہو' اور وہ اس معاملے میں یکسو ہو جائیں۔

الحمد للہ، تقریباً چار ہزار کتابچے اور آٹھ سو کی تعداد میں ندائے خلافت کے خصوصی شمارے تقسیم ہوئے۔ طے یہ ہوا کہ بقیہ کتابچے اور ندائے خلافت کے خصوصی شمارے اسروں میں بھیج دیئے جائیں تاکہ ان کے مختلف علاقوں کی مساجد میں تقسیم ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان حقیر کوششوں کو قبول فرمائے اور ہمارے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

تنظیم اسلامی نارتھ کراچی کا تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی نارتھ کراچی کے زیر اہتمام 17 دسمبر کو تنظیم کے دفتر میں ایک تربیتی پروگرام منعقد ہوا۔ یہ پروگرام مقامی ناظم تربیت نوید مزمل نے کنڈکٹ کیا۔ پروگرام کے آغاز میں آپ نے اس کی غرض وغایت بیان کی۔ بعد ازاں بھائی سیف الرحمٰن نے ''قربانی کی روح'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کی اہمیت اور اس کی حکمت کو واضح کیا۔ انہوں نے کہا کہ قربانی کا مطلب محض یہ نہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن جانوروں کو ذبح کر دیا جائے' بلکہ اس کے ذریعہ بندۂ مومن سے زندگی کے ہر لحہ میں دین کے لئے قربانی دینے کا جذبہ مطلوب ہے' جیسا کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات زندگی سے ہمیں نظر آتا ہے۔ آپؑ کی تمام زندگی آزمائشوں سے عبارت تھی۔ آپؑ ہر آزمائش پر پورے اُترے۔ توحید کا علم بلند رکھنے کے لئے والد کو چھوڑا، وطن سے ہجرت کی، آگ میں جلنا گوارا کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پیرانہ سالی میں عطا کیے گئے بیٹے کے گلے پر معبود برحق کے حکم پر چھری پھیرنا گوارا کر لیا۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے قربانی کو محض ایک رسم بنا لیا ہے۔

سیف الرحمٰن کے بعد سید صابر علی نے دنیا کی بے ثباتی پر احادیث کی روشنی میں گفتگو کی۔ انہوں نے بتایا کہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسی بیکراں سمندر کے مقابلے میں پانی کا ایک قطرہ۔ بندۂ مومن کے لئے دنیا ایک قید خانہ ہے جہاں اسے شریعت کی قید میں رہ کر زندگی گزارنی پڑتی ہے جبکہ کافر کے لئے یہ جنت ہے' کیونکہ وہ مادر پدر آزاد زندگی گزارتا ہے۔ دنیا کی مثال پردیس کی ہے جبکہ ہمارا اصلی وطن آخرت ہے۔ اس کے بعد محمد سمیع نے حالات حاضرہ پر گفتگو کی۔ ناظم دعوت سید طارق پیرزادہ نے ذاتی دعوت کے حوالے سے اظہارِ خیال کیا۔ پروگرام کے آخر میں ناظم تربیت نوید مزمل نے ''عزم تنظیم'' کا مطالعہ کرایا۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

حلقہ سندھ زیریں کے تحت لیاقت آباد میں دعوتی کیمپ

بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے یوم پیدائش کے موقع پر حلقہ سندھ زیریں کے زیر اہتمام لیاقت آباد میں دعوتی کیمپ لگایا گیا۔ اور چونکہ یہ علاقہ تنظیم اسلامی کراچی وسطی میں واقع ہے' لہٰذا اس پروگرام کی میزبانی اسے ہی سونپی گئی۔ اس پروگرام کے انعقاد کی اجازت کے سلسلے میں پہلی مرتبہ جو دشواریاں پیش آئیں اُن سے یہ اندازہ ہوا کہ دعوت واشاعت دین کے حوالے سے اب جابجا رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کے دلوں میں دین کا فہم اور اس کی دعوت کی ضرورت کا احساس پیدا فرمائے۔ (آمین)

صبح دس بجے شجاع الدین شیخ نے دعوت کی اہمیت، افادیت اور فضیلت پر مختصر سی گفتگو کی اور اس کے بعد انجینئر نوید احمد نے دس دعوتی وفود تشکیل دیئے جو کارنر میٹنگز کے لئے مقامی رہبروں اور مقررین کے ساتھ اپنے اپنے گروپ کے امیر کی قیادت میں علاقے میں پھیل گئے۔ نماز ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہا اور نماز کے بعد شرکاء کو کچھ وقت کھانے اور استراحت کے لئے دیا گیا۔

سہ پہر تین بجے تبلیغی وفود میں سے ہر ایک نے اپنے تاثرات بیان کیے۔ تاثرات سے معلوم ہوا کہ الحمد للہ، دعوت کا یہ کام بہت خوش اسلوبی کے ساتھ کیا گیا اور کسی منفی ردعمل کا سامنا نہیں ہوا' البتہ ایک مقام پر یہ ہوا کہ جب ایک صاحب کو ترمیمی آرڈیننس کی غیر اسلامی شقوں پر مشتمل کتابچہ دیا گیا تو وہ بہت ناراض ہوئے۔ کہنے لگے کہ آپ تو دین کی دعوت دینے آئے ہیں' لیکن یہ تو ایک سیاسی مسئلہ ہے' اِس میں کیوں الجھ رہے ہیں۔ انہیں قائل کرنے کی کوشش کی گئی کہ یہ سیاسی نہیں بلکہ خالصتاً دینی مسئلہ ہے' لیکن اِس کے باوجود انہوں نے کتابچہ لینے سے انکار کر دیا۔ دعوت کے دوران جس وقت یہ کتابچے تقسیم کیے جا رہے تھے، پولیس والوں نے بھی آ کر یہی اعتراض کیا تھا کہ آپ لوگوں کا مقصد دعوت دین نہیں بلکہ ایک سیاسی مسئلہ پر کام کرنا ہے۔ انہیں بھی سمجھایا گیا کہ یہ سیاسی نہیں بلکہ خالصتاً دینی مسئلہ ہے۔ تاثرات کے دوران ایک اچھی بات یہ معلوم ہوئی کہ دو مساجد میں شام کے خطاب کے حوالے سے اعلان کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ بعد نماز عصر بھی ایک مسجد میں پروگرام کے اعلان کی اجازت مل گئی۔ یہ ایک اچھی علامت ہے۔ ہمارے رفقاء کو چاہیے کہ وہ اپنے محلّہ کی مساجد کے پیش اماموں اور مسجد کمیٹیوں کے ارکان کے ساتھ اپنے تعلقات پیدا کریں' تاکہ ان کا تعاون حاصل ہو سکے۔

بعد نماز عصر انجینئر نوید احمد نے ''آخرت میں ہماری بخشش کیسے ہو'' کے عنوان سے شرکاء سے خطاب فرمایا۔ انہوں نے میں کہا کہ ہر ذی نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ہر انسان کو اُس کے اچھے یا بُرے اعمال کا بدلہ قیامت میں دیا جائے گا اور اُس دن جو شخص جہنم کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ صحیح معنوں میں فوز وفلاح پا گیا۔ انہوں نے کہا کہ آخرت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے' مگر افسوس کہ انسانوں کی عظیم اکثریت نے دنیا کو ہی اپنا مطلوب ومقصود بنا لیا ہے اور ان کی سعی وجہد کا محور ومرکز صرف دنیوی کامیابی ہے۔

اذان مغرب پر اِس پروگرام کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری ان حقیر کوششوں کو قبول فرمائے اور انہیں توشۂ آخرت بنائے۔ آمین (رپورٹ: محمد سمیع)

بقیہ: اداریہ

ہم کیا پوری اُمت مسلمہ امریکہ اور اس کے حواریوں کو وارننگ دینے کی پوزیشن میں نہیں ہے' لیکن بعض اوقات انتہائی نحیف اور کمزور صدا آسمان چیر جاتی ہے۔ صدام حسین ایک ظالم حکمران تھا۔ عراقی عوام کو حق حاصل تھا کہ وہ اسے انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کرتے۔ عراقی عوام کو حق حاصل تھا کہ اس پر مقدمہ دائر کرتے' انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اسے سخت ترین سزا دی جاتی۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ امریکہ کون تھا کہ عراقی عوام کی آزادی کے نام پر اپنی فوجیں بھیجتا اور جھوٹی سچی عدالت قائم کر کے اُسے اپنی مرضی کا فیصلہ لکھنے کا حکم دیتا۔

ہم آخر میں مسلمان حکمرانوں سے گزارش کریں گے کہ وہ اب تو آنکھیں کھولیں۔ اگر وہ صدام حسین جیسے امریکی آلۂ کار کے انجام سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور امریکہ کے طریقۂ واردات کو نہیں سمجھ سکتے تو اُن کی عقل کا ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔ ہماری نگاہ میں تو آمرانہ انداز میں حکمرانی کرنے والے تمام مسلمان حکمران صدام حسین والی قطار میں کھڑے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

یٰسین وٹو کی تنظیم اسلامی سے معذرت

رفیق تنظیم اسلامی محمد یٰسین وٹو جو ماہر فلکیات بھی ہیں' اُن کی مختلف نوع کی پیشین گوئیاں اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ علمِ نجوم کے خلافِ اسلام ہونے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کے واضح فرمودات ہیں۔ لہٰذا موصوف سے متعدد بار رابطہ کرنے کی کوشش کی گئی' تاکہ وہ اس مکروہ فعل سے تائب ہو جائیں۔ حلقہ لاہور کے امیر بالآخر ان سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہوئے اور انہیں صورت حال سے آگاہ کیا' جس پر انہوں نے تنظیم اسلامی کی رفاقت جاری رکھنے سے معذرت کر لی۔ تمام رفقاء اور احباب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ یٰسین وٹو صاحب اب تنظیم اسلامی کے رفیق نہیں ہیں۔

صدر صدام کے بعد

وزیراعظم نوری المالکی کو یقین تھا کہ صدام حسین کی پھانسی سے عراق میں شیعہ سنی کے فساد میں کمی آ جائے گی مگر اس عمل نے بھڑکتی آگ پر تیل کا کام کیا ہے۔ پھانسی کے وقت صدام اور جلادوں کے درمیان جو مکالمے ہوئے' وہ فرقہ ورانہ اختلافات بڑھانے کے موجب بن گئے۔ حقیقتاً مالکی حکومت نے عراق میں فرقہ ورانہ فساد بڑھانے میں حصہ لیا ہے۔ صدام حسین ایک آمر اور قاتل تھا تاہم اس نے کبھی فرقہ ورانہ اختلافات کو ہوا نہیں دی۔ جنگ عظیم اول کے بعد جب سے عراق کی بنیادیں رکھی گئیں' مالکی حکومت کے دور میں ہی شدید مذہبی تصادم دیکھنے میں آ رہا ہے جس کا آغاز 2003ء میں بعث اقتدار کے خاتمے سے ہوا۔

صدام کی مسلح افواج نے ہزاروں کردوں کو مارا تھا لیکن اُسے اس الزام پر پھانسی دی گئی کہ اس نے علاقہ دجیل میں 148 شیعوں کو مروادیا تھا۔ مالکی حکومت کو علم ہوگا کہ صدام نے کئی سنی عرب بھی مروائے تھے۔ لیکن امریکا کی پٹھو حکومت نے جس طرح صدام کو پھانسی دی' اس سے عراق میں شیعہ اور سنیوں کے مابین خلیج وسیع ہو گئی ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ اب کوئی کرشمہ ہی عراق کو ٹوٹنے سے بچا سکتا ہے۔ دنیائے اسلام میں بیشتر لوگوں کا خیال ہے کہ عراق میں شیعہ سنی اختلافات کو امریکیوں نے ہوا دی ہے تاکہ ایک اسلامی ملک کے تین ٹکڑے کر سکیں۔ عراق جیسا مضبوط اسلامی ملک یقیناً اسرائیل کے لیے خطرہ تھا لہٰذا اُسے ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ امریکی حکومت عراق میں خانہ جنگی کی صورت حال پر قابو پانے کے لیے اپنی فوج کی تعداد بڑھانے پر غور کر رہی ہے۔ یہ عراق اسٹڈی گروپ کی رپورٹ کے برعکس ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اوائل 2008ء سے امریکی فوج واپس آ جانی چاہیے۔

بنگلہ دیش میں بحران

ہمارے سابقہ صوبے میں 22 جنوری کو پارلیمانی انتخابات ہونے والے ہیں۔ ایسے میں چودہ جماعتوں کے اتحاد کا یہ اعلان بم دھماکے کے مانند ثابت ہوا کہ وہ انتخابات میں حصہ نہیں لے گا۔ اس اتحاد کی نمایاں جماعتیں عوامی لیگ' کمیونسٹ پارٹی اور مسلم لیگ ہیں۔ خطرے کی بات یہ ہے کہ اتحاد نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ اگر قائم مقام حکومت نے انتخابات کروانے کی کوشش کیں تو وہ بزور انہیں روک دے گا۔

یہ اعلان اس ملک کے لیے خوش آئند نہیں جس نے 1990 میں فوجی حکومت سے چھٹکارا پایا تھا لیکن وہاں پچھلے سولہ برس کے دوران پائیدار جمہوری استحکام جنم نہیں لے سکا۔ اگر 22 جنوری کو اتحاد کے بغیر پارلیمانی انتخابات ہوئے' تو ان کی حیثیت غیر اہم ہوگی۔ اگر وہ منعقد نہ ہوئے' تو اس سے آئین کی حکمرانی کو نقصان پہنچے گا۔ اگر انتخابات کروانے کے لیے طاقت استعمال کی گئی تو ملک میں بدامنی پیدا ہوگی۔ اس صورت حال سے ظاہر ہے کہ بنگلہ دیش کا سیاسی مستقبل بڑے خطرے میں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی طرح بنگلہ دیش میں بھی فوج سیاسی معاملات میں بہت حد تک دخیل ہو گئی ہے۔ بنگالیوں نے فوجی حکومت سے تبھی چھٹکارا پایا جب عوامی لیگ اور بنگلہ دیش نیشنل پارٹی نے مل کر جدوجہد کی اور عوامی حکومت قائم کر دی۔ بدقسمتی سے اس کے بعد دونوں جماعتوں کی خواتین رہنماؤں میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں ایسی مصروف ہوئیں کہ ماضی کے تلخ تجربے بھی بھول گئیں۔ بیگم حسینہ واجد اور بیگم خالدہ ضیا' دونوں کو چاہیے تھا کہ وہ مل جل کر بنگلہ دیش کے مفاد میں کام کرتیں اور ایسے اقدامات اٹھاتیں جن کے ذریعے ملک میں عوامی حکومت کی بنیادیں مضبوط ہوتیں۔ اس طرح فوج کو اقتدار سنبھالنے کا موقع نہ ملتا لیکن ہوا اس کے برعکس۔ بہرحال اتحاد کے اس اعلان سے بنگلہ دیش میں سیاسی اور جمہوری عمل کو نقصان پہنچے گا۔ اگر اس نے مجادلے کی پالیسی برقرار رکھی تو ایک بار پھر بنگلہ دیشی فوج حکومت سنبھال سکتی ہے۔

وزیراعظم پاکستان کا دورۂ افغانستان

جناب شوکت عزیز کپکپاتی سردی میں کابل پہنچے' تو یقیناً افغان صدر حامد کرزئی کی باتوں نے انہیں گرم کر دیا ہوگا۔ پاکستانی مہمان کے ساتھ پریس کانفرنس کرتے ہوئے حامد کرزئی کا سارا زور اس بات پر رہا کہ پاکستان طالبان کی مدد کر رہا ہے جس کی بنا پر وہ پھر افغان حکومت کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے ہیں۔ انہوں نے ایک موقع پر کہا ''اگر سرحد پار سے ''دراندازی'' جاری رہی' تو ''ٹاپ لیول'' کے دروں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر ہمارے بچے قتل ہوتے رہے' ہمارے استاد مارے جاتے رہے اور طالب علم مرتے رہے' تو پھر اعلیٰ عہدے داروں کے دورے سے بے فائدہ رہیں گے۔''

یاد رہے کہ ایک ماہ پہلے حامد کرزئی بچوں کے مارے جانے کا ذکر کرتے ہوئے دوران تقریر رو پڑے تھے۔ جناب شوکت عزیز نے صبر سے حامد کرزئی کے الزامات سنے اور جواب میں کہا ''افغانستان اور پاکستان'' دونوں کے اپنے اندرونی مسائل ہیں جو کسی اور کے پیدا کردہ نہیں۔ افغان حکومت کو اس امر کا جائزہ لینا چاہیے کہ (طالبان) بغاوت اتنی طاقت ور کیسے ہو گئی کہ اب وہ کرزئی حکومت کے لیے خطرہ بن گئی ہے۔'' جناب شوکت عزیز نے یہ بھی بتایا کہ حکومت پاکستان نے جنگ سے تباہ حال ملک کے لیے امداد 50 ملین ڈالر سے بڑھا کر 300 ملین ڈالر کر دی ہے۔

حکومت پاکستان دونوں ممالک کی 2640 میل سرحد کے مخصوص مقامات پر باڑ لگانا اور بارودی سرنگیں بچھانا چاہتی ہے۔ اُسے یقین ہے کہ ان اقدامات سے سرحد پار کرنی مشکل ہو جائے گی تاہم حامد کرزئی نے ان اقدامات کی مخالفت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس طرح دونوں ممالک میں آباد پختونوں کے خاندان تقسیم ہو جائیں گے اور دہشت گردی روکنے میں خاطر خواہ مدد نہیں ملے گی۔ شوکت عزیز کا کہنا ہے کہ باڑیں صرف مخصوص مقامات پر لگائی جائیں گی اور عام داخلہ مقامات سے افغانوں کی نقل و حمل جاری رہے گی۔

کرزئی حکومت اور امریکہ اور اتحادیوں کے آئے روز کے بیانات اور رویے سے یہ نکتہ کھل کر سامنے آیا ہے کہ وہ افغان مسئلے میں پاکستان سے کسی طور پر مطمئن نہیں۔ اندریں حالات ارباب اقتدار کو اپنی ''معقول'' افغان پالیسی کا ضرور جائزہ لینا چاہیے۔ انہیں یہ سوچنا چاہیے کہ طالبان کے خاتمے کے لئے انہوں نے جس طرح امریکہ اور اتحادیوں کا ساتھ دیا' آیا وہ فیصلہ درست بھی تھا یا نہیں۔

چار فلسطینیوں کی شہادت

4 جنوری کو اسرائیلی ہیلی کاپٹر پر بیٹھے فوجیوں نے فلسطینی شہر رملہ پر حملہ کر کے چار فلسطینیوں کو شہید کر دیا۔ یہ اس دن کی بات ہے جب مصر میں اسرائیل اور فلسطینی حکومت کے درمیان امن مذاکرات ہونے والے تھے۔ یوں اسرائیلیوں نے ایک بار پھر امن مذاکرات کو مذاق بنا کر رکھ دیا۔ اُدھر غزہ کی پٹی میں حماس اور الفتح کے حامیوں کے مابین تصادم سے دو افراد ہلاک ہو گئے۔

اس وقت فلسطینیوں پر بڑا برا وقت آیا ہوا ہے۔ بیرونی طور پر وہ امریکا اور اسرائیل کے مظالم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں' تو اندرونی سطح پر دو بڑی سیاسی جماعتوں کی چپقلش نے ان کی یک جہتی کو نقصان پہنچایا ہے۔ وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ وہ اپنے اختلافات بھلا کر بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کریں۔

صومالیہ میں تبدیلی

ایتھوپیا کی جنگی اور امریکیوں کی سیاسی و مالی مدد کے سہارے صومالیہ کی عبوری حکومت کے سربراہ' عبداللہ یوسف نے جنوبی صومالیہ کے ان علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے جہاں کچھ عرصہ قبل اسلامی تنظیم' یونین آف اسلامک کورٹس کی حکومت تھی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اسلامی تنظیم کی ملیشیا نے حملہ آور ایتھوپیائی فوج کا زیادہ مقابلہ نہیں کیا بلکہ فرار ہونے کو ترجیح دی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلامی تنظیم عبداللہ یوسف کی طرف دوستانہ ہاتھ بڑھائے گی یا طالبان کی طرز پر گوریلا جنگ شروع کر دے گی۔ یاد رہے' ماضی میں اسلامی تنظیم کے رہنما اعلان کر چکے ہیں کہ وہ صومالیہ پر حکمرانی کرنے کے خواہش مند نہیں۔

consequence of a disintegrated Palestinian leadership. Israel has no plan to deal with five million Palestinians living under its sovereignty because it is not prepared to consider them equal citizen as it is not prepared to see them living in an independent Palestine.

Another reality that we face today is the impossibility of Israel's limiting an equal number of people to Gaza and west Bank cantons, without a leadership, without sovereignty and without real independence for ever to come. Israel cannot make the world believe that Palestinian resistance is just the product of bad or obdurate leadership of Hamas. In fact, no viable peace plan can be based on the assumption that continued assassination of Palestinian leadership in all possible ways, will lead to Palestinians' forgetting their collective punishment, ethnic cleansing and genocide that sustains their spirit of collective resistance — a spirit that will always be there irrespective of leadership. In short, Israel cannot turn Palestinians into American Indians or Australian aboriginals or Canadian "first nations." There is a great stake of all Muslims attached to the Palestinians' fate.

Of course, we are in a difficult situation as the world stands aghast and US, EU just doesn't bother to act justly. But there is no denying the fact that the real solution lies in genuine will for conflict resolution and a real intention for peace with justice. There is a proven lack of this intention on the part of the Israeli and American leadership. Hiding behind the myths of Oslo agreement, Road Map, peace process and Palestinian Authority will never sustain the façade of Israel's reality. Perpetuating injustice and oppression under different pretexts will never lead to peace.

نقطۂ نظر

مہاجنی ملوکیت کے بندے ہیں تمام

ڈاکٹر طاھر ابرار

اس دور کے سامری نے وہ سحر پھونک دیا ہے کہ اللہ والوں کی متاعِ دین و دانش غبار بن کر اڑ رہی ہے۔ حکمران انتہائے خود اعتمادی میں نت نئی قانون سازی کا تازیانہ مذہبی علمبرداروں کی پیٹھ پر برسائے چلے جا رہے ہیں لیکن غیرت کے قحط کا عالم دیدنی ہے۔ دنیا کی زینت اور مراعات کے بت نے دل میں اِس طرح ڈیرا لگایا ہے کہ اسمبلیوں کی چند سیٹوں سے مستعفی ہونا تاویلات کے انبار تلے آخری سانس لے رہا ہے۔ تاویلوں کی بنت اپنی جگہ لیکن پیرانِ حرم کو کوئی خبر کرو کہ ''مولانائیت'' کی قبر خود ان کے اپنے طور طریقوں کے باعث کھد چکی ہے۔ عوام لیڈر شپ کے کرشمے کے تحت حرکت کرتے ہیں۔ یہ کرشمہ بصیرت و غیرت کی تنگدستی کی بھینٹ چڑھ گیا۔ اور عوام کنزیومرز فنانس کے دامِ ہمرنگ زمین میں گرفتار ہو گئے۔ قسطوں پر اشیاء کی خریداری اور فلیکسی لون کے پھندے کی گرہیں روز بروز تنگ ہو رہی ہیں۔ حکومت مناسب وقت پر مہنگائی کو اگلا گیئر لگاتی چلی جا رہی ہے۔ دینی و سیاسی جماعتوں کی لیڈر شپ پر یہ حقیقت اگر ابھی کھلی نہیں تو عنقریب کھل جائے گی کہ ان کی سٹریٹ پاور تحلیل ہو چکی ہے۔ روپے کی نظر نہ آنے والی قوت عالمی مہاجن کے ہاتھوں کیا کیا ستم ڈھا رہی ہے، اس کا کسی کو اندازہ ہی نہیں۔ نہ کوئی اس کی طرف متوجہ ہونے کے لئے تیار ہے۔ دانش و حکمت کے پرانے بتکدے ابھی تک سلامت ہیں۔ WTO کے ذریعے حکومتوں سے کیا کام لیا جا رہا ہے۔ معاشرتی اقدار پر اس کے کس قدر گہرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ آسانی سے ملنے والے شخصی قرضوں نے معاشرتی زندگی میں کیا اتھل پتھل مچا دی ہے۔ ان سودی قرضوں نے ایک طرف آسائشات کی بھر مار کر دی ہے اور دوسری طرف ان قرضوں کی قسطوں کی ادائیگی نے کتنے گھرانوں کے ذہنی سکون پر شب خون مار رکھا ہے۔

> آسانی سے ملنے والے قرضوں نے معاشرتی زندگی میں اتھل پتھل مچادی ہے' ان قرضوں کی قسطوں کی ادائیگی نے کتنے ہی گھرانوں کے ذہنی سکون پر شب خون مار رکھا ہے

کتنے نوجوان ان آسان قرضوں کی وجہ سے روایتی اقدار سے باغی ہو رہے ہیں۔ جنسی رجحانات کی آزادکاری کے پیچھے اصلاً کون سی قوت کام کر رہی ہے۔ تعلیم کو مہنگا کرنے اور نصاب کو تیزی سے ماڈریٹ بنانے کے عمل کے پیچھے کون سا یدطاغوت حرکت کر رہا ہے۔ سیاسی رہنما تو پہلے ہی سے خواہشات کے طلسم کے اسیر تھے' اب دینی جماعتوں کے رجالِ اعاظم بھی فائیو سٹار لائف کے سحر گزیدہ کیوں ہوتے جا رہے ہیں۔ نقد اور ادھار قیمتوں کے فرق کے جواز نے عوام کو دندانِ سود خوری کے حوالے کس طرح سے کر دیا۔ اسلامی معاشرت کی Social Engineering کے پیچھے کون سا Enigineer ہے۔ ان تمام سوالات کا جواب سیاسی اور مذہبی پنڈتوں کے حیطۂ علمی سے باہر ہے۔ البتہ علامہ اقبال مرحوم نے پون صدی قبل ان سوالات کا جوہری جواب ان الفاظ میں دے دیا تھا۔

ایں بنوک ایں فکر چالاک یہود
نور حق از سینہ آدم ربود
تا تہ و بالا نہ گردود ایں نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

سودی بینکاری کے اس نظام کو جب تک تہ بالا نہ کیا گیا' دانش و تہذیب کے ساتھ ساتھ دین بھی انسانیت کو طاغوت کے چنگل سے آزاد کرانے میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اور آج تو دینِ حق کو غالب کرنے کے لئے ابتداء ہی اس نکتے کی تفہیم کرنا ہوگی۔ کیا اہل ایمان کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اس حقیقت کے نور سے جگمگا اٹھیں' کوئی دانائے راز؟ کوئی دانائے راز؟

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 01
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan

The lack of will for peace with justice

So much has been said and written about the Israel's creation and occupation of Arab lands that anything said in the historical context will not be new. Therefore, instead of putting forward any solution based on historical facts and rival claims; why not attempt to begin with the undeniable facts before us today. Why not move towards a solution based on the realities we face today.

What we see today is that the Israeli and Western governments' collective effort to destabilize and overthrow an elected Hamas government has brought Palestinians to a stage where they have started killing each other.

President Mahmoud Abbas has called for new polls. Wafa Amr of Reuters reports on December 17, 2006 that Hamas would lose elections if it were held today. Wafa Amr cites the Palestinian Center for Policy and Survey Research poll, conducted from Dec. 14-16 and published on Sunday, which found 61 percent of Palestinians favored holding early elections, with 37 percent opposed. It showed Fatah winning 42 percent of a parliamentary vote and Hamas 36 percent. Remaining voters are predicted to back independent factions or said they were undecided.

What we witness to day is that Palestinian President Mahmoud Abbas has once again demonstrated that he is a better friend of the West than he is of a real democracy. Mahmoud Abbas knows better than anyone outside that Israel and its supporters have brought the Palestinians to this pass. He knows how much he is supported against Hamas and how much Hamas was supported against Fatah. He know that it is not Hamas which worked for decades to bribe, terrorize, expel, maim or kill Palestinian leadership, ban or kill their visionaries and philosophers, trash their democracy, steel their money, wall them in, and starve them in a modern day effort to cleanse a people from a specific area.

Despite all this, we see that Abbas has failed to demonstrate a little imagination and courage, and less self-interest. He could, conceivably even with the support of Hamas, have made a similar move but with a crucial difference. Before making his public declaration he could have privately gone to the Israelis, Americans, and Europeans and said: I'll call for presidential and parliamentary elections on one condition. You must first publicly declare that if the conduct of these elections is determined free and fair, then irrespective of the outcome, you will agree to work with the newly elected officials and lift the boycott.

So, what we have today is that since Abbas imposed no such conditions, all he is doing is pushing to completion what Israel and its allies will probably conclude has been a successful experiment in the human laboratory of Gaza. Starve the subjects and impose all manner of deprivations on them and eventually they will bend in submission and cast the right vote. Of course, contrary to what the "mainstream" media says, it's possible that Hamas will end up with both the presidency and parliament. In that event, Bush, Blair, and Olmert will presumably be as quick as they have been in supporting its declaration, to then declare the election a "failure." Even if Fatah wins, who can guarantee any progress because Fatah has been in power before.

What we see today is that Israel, of course, is "making an extraordinary effort," as the prime minister explained to the German chancellor, to advance the "peace process." So extraordinary that it has totally paralyzed every possibility that can bring an end to this conflict. Although unlike Iraq, the so-called mainstream media has started calling the Palestinian infighting a civil war but after the experiment in Iraq, Israel will not want to promote that option for feeling secure and superior any more.

If we try to see in the near future, we find nothing positive even if early elections are indeed held in the PA and Hamas loses. After all, in the absence of an intention to have a real progress towards a just resolution of the conflict —in the absence of a real peace process, or confidence-building measures, or at least just the release of prisoners, Abu Mazen, or whomever may come to fore as Palestinian leadership, will have nothing to talk about with Israel. He will once again be left with agreements that are of no use to him. Worse than that, Palestinians will have no dearth of the desperate victims of oppression, who would prefer death to life under perpetual occupation and Israeli repression.

In the absence of a desire to conduct real negotiations for peace, Israel's secret aspiration is for Hamas to win again, so again it will not have a partner of its liking and again the hudna will be maintained. Looked from the Israeli and American perspective, one sees nothing in the future but continuation of the status quo because Abbas, or Fatah's craven puppet government for that matter, has no power to revive the wreck of Oslo. Worse still is the